بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مولانا ابوالجلال ندویؒ

ایام النبی ﷺ

﴿۲﴾

عشیرہ اقربین

قوم وملت

مجموعہ افراد کے لئے قرآن میں حسب ذیل الفاظ آئے ہیں (۱) امت، (۲) اہل بیت، (۳) شعب، (۴) عشیرہ، (۵) فصیلہ، (۶) قبیلہ، (۷) قوم۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور لفظ قوم ہے، ڈاکٹر اقبال نے قوم کے لفظ کو اپنے اشعار میں انگریزی لفظ Nation کے معنی میں استعمال کیا ہے اور نیشن کو مذہبی بنیاد پر تقسیم کیا ہے، ان کا فلسفہ ہندوستان میں بسنے والے ہندوؤں اور مسلمانوں کو دو جدا قومیں قرار دیتا ہے۔ آج کل کے عوام ہی کی بولی میں نہیں بلکہ خواص کی بولی میں بھی قوم مذہبی گروہ کا نام ہے لیکن قرآنی مفہوم اس لفظ کا وہ نہیں ہے جو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے تجویز کیا ہے۔

قوم کا لفظ قام (کھڑا ہوا) یقوم (کھڑا ہوتا ہے) سے ماخوذ ہے۔ لغوی معنی ہوئے ایک ساتھ کھڑے ہونے والے، مگر کسی لفظ کا لغوی مفہوم ہی سب کچھ نہیں ہے، استعمال عام لغوی مفہوم میں کچھ اور مفاہیم کی تعیین کر دیتا ہے۔

ملت

ملت کا لفظ مَلَّل سے مشتق ہے بابلی اور عبرانی زبانوں میں اس کا مفہوم بولنا اور باتیں کرنا ہے۔

عربی میں املال کے معنے ہیں بول کر لکھوانا۔ پوری آیت نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ناظرین بقرہ ۲۸۲ کو کسی مترجم قرآن میں پڑھ لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کی تبلیغ کیلئے مامور ہوئے اس کا معروف نام اسلام ہے۔ لیکن سب سے پہلے خدا نے آپ کو یہ حکم دیا کہ:

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۵ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ (۱)

نساء، عمران، اور بقرہ کی بھی چند آیتیں میں انعام اور نحل کی سورتیں ہیں، حج کی مدنی ہے اس دین کو اسلام کا نام، انعام، زمر، صف، عمران، حجرات، توبہ، اور مایدہ میں دیا گیا۔ انعام: ۱۶۱ قدیم ترین آیت ہے اس آیت سے ظاہر ہے کہ ملت ابراہیم ایک صراط مستقیم اور دین قیم کا نام ہے، نہ کہ کسی مذہب کو ماننے والے افراد کے مجموعے کا۔ لغوی مفہوم ملت ابراہیم کا مَـا اَمـلّٰة ابراهیم (وہ بات جو ابراہیم نے بول کے لکھوائی)۔ چونکہ یہود اور نصاریٰ بھی اپنے دین کو ملت ابراہیم کہتے تھے اس لئے (ماجاء بہ محمد) کو (اسلام) کا نام دیا گیا تاکہ یہود، نصاریٰ اور مسلمانوں کی ملتوں کے جدا جدا نام ہوں۔

قوم کا لفظ قرآن کی جن جن آیتوں میں آیا ہے ان کو دیکھئے۔ یہ لفظ ہمیشہ ایک قسم کے مجموعہ افراد کے لئے آیا ہے۔

حجرات ۱۱ میں قوم کا لفظ بمقابلۂ نسا ہے۔ متعدد آیات میں قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، قوم ابراہیم، قوم لوط، قوم شعیب، قوم تبع، قوم موسیٰ، قوم یونس کے نام آئے ہیں۔ تبع کی بابت نہیں معلوم کہ وہ نبی تھا یا نہیں۔ لیکن یہ لفظ ان قوموں کے ہادیوں کے اسما کی طرف مضاف ہے۔ کئی آیتوں میں قوم کا لفظ فرعون کی طرف مضاف ہے، فرعون خدا کی طرف سے مامور ہادی نہ تھا لیکن اپنے خیال میں وہ یقینًا ایک ہادی تھا، چنانچہ خدا فرماتا ہے:

قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰی وَمَاۤ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ○ (۲)

قوم فرعون اسے ہادی تسلیم کرتی تھی۔ خدا نے حضرت رسول خدا سے فرمایا:

(۱) وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ (۳)

(۲) وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ○ (۴)

(۳) وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ (۵)

(۴) فَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا O (۶)

قوم کا لفظ قرآن میں ہر جگہ ہادی قوم کی طرف مضاف ہے وہ ہادی قوم نبی ہو تب بھی نبی نہ ہو تب بھی۔ حضرت موسیٰ نبی تھے قارون کافر تھا مگر دونوں ایک قوم کے دو فرد تھے چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى (۷)

مومن اور کافر دونوں ایک قوم کے افراد ہو سکتے ہیں۔ قتل مومن خطا کی حد مقرر کرتے ہوئے خدا نے فرمایا:

اگر کوئی غلطی سے کسی مومن کو قتل کر دے تو اسے ایک مومن گردن کو رہا کرنا چاہئے اور اس (مقتول) کے اہل کو پوری دیت ادا کرے سوائے ایسی صورت کے کہ وہ (دیت کو) صدقہ (یعنی معاف) کردیں، فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ اور اگر وہ اس قوم میں کا ہے جو تمہاری دشمن ہے تو بس ایک مومن گردن کو رہا کرنا، وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اور اگر وہ ایسی قوم کا فرد ہے جس سے تمہارا عہد و پیمان ہے تو دیت دو پوری اس کے اہل کو اور ایک مومن کی گردن رہا کرو اور جسے یہ نصیب نہ ہو وہ پے در پے دو ماہ روزے رکھے، توبہ کے لئے اللہ کی طرف سے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔ (۸)

ایسے دیس میں بسنے والے مسلمانوں کی بابت، جس میں کفار مشرکین غالب ہوں خدا نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ O (۹)

اور جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی ان کی ہمدردی سے تمہارا واسطہ نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کر آئیں مگر دین کے بارے میں وہ تمہاری مدد چاہیں تو ان کی مدد کرنا تم پر لازم ہے مگر ان کے خلاف نہیں جن سے تمہارا معاہدہ ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے قوم مسلمون اور قوم کافرون دونوں مذہبی اختلاف کے باوجود ایک قوم کے افراد ہو سکتے ہیں۔ کسی فرد کی طرف مضاف ہو کر قوم کا لفظ اس فرد کی پیروی کرنے اور نہ کرنے والے ان تمام افراد کے مجموعہ کا نام ہو جاتا ہے جس کی رہنمائی کرنا اس کا فریضہ ہے، کہ جس دیس، بستی یا علاقے

میں رہتا ہے اس کے باشندوں کی رہنمائی کرے، برائی سے منع کرے بھلائی کا حکم دے، لوگوں کو سمجھائے کہ لا الٰہ الّا اللّٰہ اور بتائے کہ محمد رسول اللّٰہ۔ کیونکہ بقرہ:۱۴۳ اور حج:۱۸ کے مطابق غیر مسلم کے درمیان مسلمان کا وہی مقام ہے جو مسلمانوں یعنی صحابہ کرام کے درمیان خود رسول اللہ کا تھا۔

لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۱۰)

کے مطابق مسلمان خیر امۃ ہیں۔ ان کا مقصد حیات ایک یہ ہونا چاہئے کہ لوگوں کو معروف کا حکم دیں اور منکر سے منع کریں۔ اس کا مستقل انتظام کرنے غرض سے خدا نے فرمایا:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ (۱۱)

سارے کے سارے لوگ تو نہیں نکل آسکتے تو کیوں نہ ہو کہ ہر فرقہ سے ان میں کا ایک گروہ نکل آئے، تا کہ دین میں سوجھ بوجھ حاصل کریں اور تا کہ اپنی اپنی قوم کو جب ان کے پاس لوٹ کر جائیں نیک و بد سمجھائیں تا کہ وہ لوگ برائیوں سے بچیں۔

امت

قوم کے بعد امۃ کا لفظ زیادہ مشہور ہے۔ ام او رامۃ دونوں کا قدیم تر مطلب والدہ ہے، جانور کی ماں کو امۃ کہتے تھے۔ لیکن قرآن میں امۃ کا لفظ اس معنی میں نہیں آیا ہے۔ امۃ کا لفظ قرآن میں مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) مذہبی پیشوا — اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا (۱۲)

(۲) طویل مدت — وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ (۱۳)

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ الخ (۱۴)

(۳) خاندانی مسلک — اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ (۱۵)

(۴) مذہبی گروہ — وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ (۱۶)

اس معنی میں امۃ کا لفظ اور بھی کئی آیتوں میں آیا ہے جیسے

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (بقرہ،۱۷)

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً (۱۸)

(۵) امۃ کی جمع امم ہے اس کا واحد تو قرآن میں نسلی گروہ کے معنی میں نہیں آیا ہے مگر ایک آیت میں خدا نے فرمایا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (۱۹)

اس آیت میں امم کا امۃ بمعنی (اولاد امت واحدہ) کے معنی میں آیا ہے۔اعراف:۱۵۸ سے قوم موسیٰ اور امت کے فرق کو سمجھو۔قوم موسیٰ دو امتوں میں منقسم تھی ایک کا ذکر اعراف ۱۵۹ میں ہے، دوسری امت میں قارون اور سامری اور حضرت موسیٰ کی ہدایت پر نہ چلنے والے لوگ تھے۔

قبیل

قوم اور امت میں سے کوئی بھی نسلی گروہ کے لئے مستعمل نہیں ہوا ہے،نسلی گروہ کے لئے ایک قرآنی لفظ قبیل ہے بمعنی ہم جنس لوگ۔ابلیس کی بابت خدا نے فرمایا:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ (۲۰)

یہی لفظ قبیلہ بنا۔قرآن میں یہ لفظ بصورت واحد نہیں آیا ہے لیکن لفظ شعب کے ساتھ اس کی جمع قبائل وارد ہے۔

شعوب وقبائل

خدا نے فرمایا

اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (۲۱)

شعب (بکسر شین) پہاڑی راہ اور شگاف کو کہتے تھے۔شعب ابن ابو طالب مشہور ہے۔ انشعاب کے معنی ہیں درختوں میں شاخوں کا بھرنا۔

نسب نامے عموماً درخت کی صورت میں لکھے جاتے تھے۔درخت کی جڑ اور پتے اور شاخوں اور ٹہنیوں کی صورت میں اس لئے نسب نامے کو شجرہ کہا جاتا تھا۔طویل نسب ناموں میں فرداً فرداً ہر مورث کا نام یاد رکھنا مشکل ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب ناموں کو دیکھئے۔محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب

بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی تک ۱۹ افراد کے نام ہیں۔ کلاب مرہ بن کعب وغیرہ زیادہ تر شعوب وقبائل کے نام ہیں، شعوب درخت کی موٹی موٹی ڈالیاں اور قبائل کو ان ڈالیوں کی شاخیں اور ٹہنیاں خیال کر لیجئے۔ مورث اعلیٰ گویا درخت کا تنا ہے۔ ابوالقبائل گویا تنا تھا۔ بنو آدم کو عرب کے لوگوں نے عرب اور عجم دو شعبوں میں تقسیم کیا ہے پھر باشندگان عرب کو بنو قحطان اور بنو عدنان دو گروہوں میں تقسیم کیا۔ جنوبی عرب والے بنو قحطان کہلاتے تھے جن کی مختلف ومتعدد شاخوں میں سے بنو سبا مشہور ہیں۔ شمالی عرب والے بنو عدنان کہلاتے تھے جو کہ بنو اسماعیل کی ایک شاخ ہے۔ شام وفلسطین میں بنو اسرائیل وغیرہ آباد تھے۔ عرب، عجم، عدنان، قحطان، قیدار اور اسرائیل وغیرہ شعوب سب بنو عامر میں ہر شعب مختلف قبیلوں میں ہر قبیلہ مختلف فصیلوں میں اور فصیلہ مختلف عماروں اور ہر عمارہ مختلف بطنوں میں اور ہر بطن مختلف فخذوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ''حکایت کی ابوعبیدہ نے ابن الکلبی سے کہ الشعب بڑا ہے قبیلہ سے پھر فصیلہ پھر عمارہ پھر فخذ پھر بطن ہے''
(صراح) قرآن میں عمارہ و بطن اور فخذ کے الفاظ ان معنی میں وارد نہیں،

فصیلہ

سورہ معارج میں خدا نے روز قیامت کی بابت فرمایا ہے کہ:

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ (۲۲)

آرزو کرے گا مجرم کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کو فدا کر دے اپنے بیٹے کو اور اپنی جورو کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے کنبے کو بھی جس میں وہ رہتا ہے اور دنیا بھر کو پھر وہ اسے بچا لے۔

قبائل مختلف فصیلوں میں منقسم ہوئے تھے۔ قریش ایک قبیلے کا نام تھا، بنو قصی ایک فصیلہ تھا، بنو ہاشم اور بنو امیہ دو عمارے تھے بنو عبدالمطلب ایک بیت تھے۔

اہل بیت

قرآن مجید کی دو آیتوں میں مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ کا لفظ اور ایک آیت میں اہل بیت کا لفظ وارد

ہے۔ہود ۷۳ میں فرشتوں نے حضرت اسحاق کی ماں حضرت ابراہیم کی بی بی ام المومنین حضرت سارہ کو اہل بیت کہہ کر مخاطب کیا اور کہا: رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ

سورہ احزاب میں خدا نے امہات مومنین کو یا نسا النبی فرما کر مخاطب کیا (۲۳) اور ان سے کہا:

يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا (۲۴)

عربی محاورۂ قدیم میں شخص کی بی بی بچوں کو اس کے اہل نسا کہتے تھے۔قرآن کی دونوں آیتوں میں امہات مومنین یعنی حضرت ابراہیم کی بی بی اور حضرت محمد رسول اللہ کی بیبیوں کو اہل البیت کہا گیا ہے، لیکن ایک گروہ نے ایک روایت کی بنا پر تمام امہات مومنین کو اہل بیت کے زمرے سے خارج کر کے صرف بیٹی داماد اور نواسوں چار افراد کو اور ان کی یعنی اولاد کو اہل بیت مان رکھا ہے، روایت یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی اور داماد اور دو نواسوں کو ایک چادر یا عبا اڑھا کر (جس میں امہات مومنین داخل نہ تھیں) دعا کی کہ اللھم ھولاء اھل بیتی۔سنی لوگ شیعوں پر خفا ہیں کہ ایک تاویل طلب روایت پر قرآن کی صراحت قربان کر دی ہے اہل البیت قرآن میں صرف بیبیاں ہیں عربی محاورے میں بیبیاں اور اولاد کو اہل البیت کہا جاتا تھا۔قصص میں حضرت موسیٰ کی بہن کا قول منقول ہے جن کا نام بائبل کے مطابق مریم تھا انھوں نے امراۃ فرعون سے کہا تھا کہ

هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰۤى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَكُمۡ (۲۵)

اس آیت میں عمران والد موسیٰ کی بی بی یعنی حضرت موسیٰ کی ماں اہل بیت کے لقب سے ذکر ہے جیسا کہ فَرَدَدۡنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ سے ظاہر ہے۔اہل بیت اگر بصیغہ جمع مخاطب پکارے جاتے تھے مگر قرآن کی تینوں آیتوں میں عورتوں کو اہل بیت کہا گیا ہے۔اولاد کو اگر چہ اہل بیت میں شمار کرتے تھے مگر قرآن میں نبی کی صرف بیبیاں اہل بیت ہیں۔عربی محاورے کے مطابق حضرت فاطمہؓ اور حسینؓ اولاد نبی ہونے کی وجہ سے نبی کے اہل بیت میں داخل تھے۔مگر حضرت علی محاورے کے مطابق بھی اہل بیت میں داخل نہ تھے، امہات مومنین کو انکے رتبے سے محروم کر کے ان کی جگہ داماد اور ابن عم کو دینا روایت پر قرآن کو قربان کر دینے کے سوا کسی حقیقت پر یقین کا نتیجہ نہیں ہے۔

اقربا

انسان کے اقربا کے لئے قرآنی الفاظ تین ہیں (۱) نسب (۲) صہر (۳) احوال۔ تینوں قسم کے افراد کا مشترک نام اولوالارحام ہے۔ اولــوالارحــام (۲۶) میں اولو کا لفظ محمد:۲۲ و ممتحنہ:۳ کے ارحام (یعنی اقربا) سے ماموز ہے۔ ارحام ماؤں کی بچہ دانیوں کو کہتے تھے۔ یہ لفظ اس معنی میں قرآن کی کئی آیتوں میں آیا ہے، اولوالارحام دراصل ماں کے اقربا اور ماں کی اولاد کا نام تھا۔ لیکن عام استعمال نے اس لفظ کو تمام نسبی اقربا کے لئے عام کر دیا۔ ماں کی اولاد تو اخوۃ اخوان اور اخوات ہیں، باپ کی اولاد اور ماں باپ دونوں کی مشترک اولاد کو اخوات و اخوان کہا گیا۔ ماں کی طرف سے دیگر اقربا کا مشترک عربی نام اخوال اور خالات (۲۷) ہے واحد ان کا خال اور خالات۔

اصہار

سورہ فرقان میں خدا نے فرمایا کہ

خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّصِهْرًا

ا۔ بی بی کی طرف کے رشتہ دار کو صہر کہتے تھے جس کی جمع اصہار ہے اب رشتہ داروں کی قسمیں چار ہیں

(۱) اصہار = سسرالی رشتہ دار

(۲) احوال = ننہالی رشتہ دار

(۳) اولوالارحام = لغوی حیثیت سے ماں اور بہن اور ماں کے بھائی اور بہن کو اور ان کی اولاد کو داخل ہونا چاہئے۔ لیکن عرف عام نے تمام نسبی اقربا کو اولوالارحام کے مفہوم میں داخل کر دیا۔

(۴) اولاد یا ذریت

عشیرہ

قوم، امت، قبیلہ، قبیلہ، شعب، اہل بیت کا ذکر ہم نے صرف عشیرہ کے مفہوم کی توضیح کے لئے کیا ہے (عشیرتک) کے ساتھ (الاقربین) کا اضافہ ظاہر کرتا ہے کہ عشیرہ میں قریبی اور بعیدی دونوں طرح کے اقربا داخل ہیں۔ تو پ۲۴ کو دیکھو آبا، ابنا، ازواج اور احوال کے علاوہ دیگر افراد کا نام عشیرہ ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ

معطوف علیہ غیر ہوتا ہے مجادلہ ۲۲ میں ہے

لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآئَهُمْ اَوْ اَبْنَآئَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ .

ان آیات سے معلوم ہو گیا کہ عشیرہ سے مراد اعمام اور عمات مراد ہیں ۔ یہ عشیرہ اقربین ہیں ۔ اعمام اور عمات کی اولاد عشیرہ میں تو داخل ہے مگر چونکہ قرابت نسبۃً بعید ہے اس لئے بنو اعمام اور بنو عمات عشیرہ اقربین میں داخل نہیں ۔

عشیرہ جس مادہ سے مشتق ہے اس مادہ کے تین الفاظ قرآن میں (۱) عشیرہ (۲) عشر یا عشرہ (۳) عاشروھن معاشرہ کے معنی ہیں ساتھ رہنا سہنا، ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک برتنا ۔ عاشروھن بالمعروف کے معنی بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے کام لو ۔ العشیرہ قرآن کی جس آیت میں ہے اسے پڑھئے ۔ باطل معبود کے لئے کہا گیا ہے کہ

لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ (۲۸)

اس کا مقابلہ انفال: ۴۰ اور حج: ۷۸ سے کرو جن میں اللہ کی بابت **فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ** وارد ہے ۔ اس مقابلے سے معلوم ہو گیا کہ العشیر اور النصیر ایک طرح کے الفاظ ہیں ۔ العشیرہ سے حسن سلوک سے کام لینے اور مصیبت کے وقت مدد کرنے والے اقربا مراد ہیں ۔ چاہے قریبی رشتہ دار ہوں چاہے نسبۃً دوری رشتہ دار ہوں ۔

عشیرہ اقربین

عشیر اور عشیرہ کا رشتہ عشر (دس) سے ماخوذ ہے ۔ ایک گھر کے افراد کو نہیں رشتوں کو کہتے (۱) شخص (۲) زوجہ (۳) اس کا بیٹا (۴) اس کی بہن (۵) اس کا باپ (۶) اس کی ماں (۷) اس کا بھائی (۸) اس کی بیٹی اس کا کا چچا اس کی پھوپھی یہ بھی ایک عشیرہ ہیں ۔ لیکن قرآن کی آیات انفال ۴۰ اور حج ۷۸ کے مطابق آبا، ازواج، اولاد، اور اخوان کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کو عشیرہ کے مصداق قرار دیا جا سکتا ہے ۔ تمام بنو قصی آپؐ کے عشیرہ میں داخل تھے لیکن سب عشیرہ اقربین نہیں تھے ۔ آپ کی بعثت کے وقت آپؐ کے اعمام و عمات میں سے کئی ایک مر چکے تھے، قرآن کی آیت انذر عشیرتک الاقربین میں عشیرتک سے مراد آپؐ

کے اعمام و عمات ہیں جو اس وقت زندہ تھے۔ آپؐ کے دادا عبدالمطلب کے بیٹے باختلاف روایات ۱۰ یا ۱۲ یا ۱۳ تھے۔ ہم کو صرف ان اعمام کے اسما بتانے کی ضرورت ہے جو بعثت کے وقت زندہ تھے اس لئے تعداد اعمام کی بحث میں الجھنا ضروری نہیں ہے۔ آپؐ کے چچاؤں میں سے حسب ذیل افراد بعثت کے وقت زندہ تھے۔

(۱) ابولہب جس کا ذکر سورہ لہب میں ہے = یہ شخص آپؐ کا مخالف تھا،

(۲) ابو طالب = حضرت عبداللہ والد رسول کے حقیقی بھائی۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی رسول اللہ کی نصرت میں گذاری۔ سنیوں کی روایت کے مطابق جو کہ یہ ایمان نہیں لائے شیعی روایت کے مطابق یہ مومن تھے یہی صحیح ہے۔ جس بات کو ان کی زندگی ثابت کرتی ہے سے روایات کی دلیل سے غلط نہیں کہا جا سکتا

(۳) حضرت حمزہ = رسول اللہ کے چچا اور رضاعی بھائی انذار عشیرت کے روز تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ عرصہ بعد دار ارقم میں مسلمان ہونے کا ذکر آتا ہے۔

(۴) حضرت عباس = حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس پہلے پیدا ہوئے آپؐ کے محب تھے لیکن مدتوں اسلام قبول کرنے کا اعلان نہیں کیا۔ بدر کے روز کفار کی طرف سے شریک جنگ تھے۔ فتح مکہ کے دنوں میں اسلام کا اعلان کیا۔

آپؐ کی عمات چھ تھیں:

(۵) امیمہ بنت عبدالمطلب = والدہ ام المومنین زینب بنت جحش۔ اغلبًا کہ انذار عشیرہ تک زندہ تھیں ان کے اسلام یا عدم اسلام کی بابت مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔

(۶) اروٰی بنت عبدالمطلب = والدہ طلیب بن عمر بن وہب۔ الواقدی نے ان کے متعلق روایت کی ہے کہ دار ارقم میں مسلمان ہوئے تھے، حضرت حمزہ کے اسلام کے بعد یہ بھی مسلمان ہوگئیں لیکن ان کا اسلام مختلف فیہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مسلمان ہوگئیں۔

(۷) صفیہ بنت عبدالمطلب والدہ زبیر بن العوام = مسلمان ہوئیں۔ اغلبًا زبیر بن العوام کے اسلام کے بعد

(۸) ام الحکیم البیضہ = نہیں معلوم کہ ایام بعثت میں زندہ تھیں یا نہیں، مسلمان ہوئیں یا نہیں۔ حضرت عامر بن کریز کی ماں تھیں اور حضرت حضرت عثمان کی ممانی تھیں۔ عامر بن کریز فتح مکہ

کے روز مسلمان ہوئے۔

(۹) عاتکہ بنت عبدالمطلب = ان کا اسلام مختلف فیہ ہے۔ یہ ابوامیہ بن المغیرہ المخزومی برادر ولید بن المغیرہ اور عم ابوجہل بن ہشام بن المغیرہ سے بیاہی ہوئی تھیں۔ ابوامیہ کی ایک دوسری بی بی بھی تھیں ان کا نام بھی عاتکہ بنت عامر تھا۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بطن سے عبداللہ بن ابی امیہ اور زہیر بن ابی امیہ پیدا ہوئے اور عاتکہ بنت عامر کے بطن سے ام المومنین ام سلمہ پیدا ہوئیں۔ عبداللہ بن ابی امیہ ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ زہیر بن ابی امیہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے ان کا شمار مولفۃ القلوب میں ہے۔

(۱۰) برہ بنت عبدالمطلب = حضرت ابوسلمہ ام المومنین ام سلمہ کے پہلے شوہر کی ماں۔ ابوسلمہ تو ہجرت حبشہ اولی سے پہلے مسلمان ہوئے تھے مگر ان کی ماں کی بابت نہیں معلوم کہ بعثت کے وقت زندہ تھیں یا نہیں تھیں، مسلمان ہوئیں یا نہیں۔

عشیرہ اقربین کا لفظ بس انھیں چار مردوں اور چھ عورتوں پر صادق آتا ہے لیکن تعلیقاً عشرہ اقربین میں اولاد اعمام اور اولاد عمات کو بھی شامل کرلیا جاسکتا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کا کوئی بھائی نہ تھا اور نہ کوئی بہن تھی سوائے ایک بہن کے جن کے ساتھ حضرت عبدالمطلب نے نکاح کیا تھا۔ اس لئے اخوال وخالات کے ذکر کی ضرورت نہیں اعمام وعمات کی اولاد کو گن لیجئے۔

(۱) طالب بن ابی طالب غزوہ بدر میں کفار کے ساتھ آئے تھے روایتیں مختلف ہیں، بعض روایات کے مطابق بدر کے دن مقتول ہوئے، بعض روایات کے مطابق بدر میں آئے تو لیکن پھر غزوہ میں حصہ نہیں لیا کسی وجہ سے واپس لوٹ کر گم نام ہوگئے۔

(۲) جعفر بن ابی طالب = انذار عشیرہ سے کچھ عرصہ بعد ہجرت حبشہ ثانیہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ اور حبشہ چلے گئے ۷ھ میں بزمانہ غزوہ خیبر مدینہ میں اور مہاجرین حبش کے ساتھ آئے سریہ موتہ میں شہید ہوگئے۔

(۳) عقیل بن ابی طالب = فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے شریک تھے۔ اسیر ہوئے اور ان کی طرف سے حضرت عباس نے فدیہ ادا کیا۔ حضرت عباس خود بھی اسیران بدر میں سے ایک تھے۔ حضرت عباس کی اولاد میں سے کوئی بھی آغاز بعثت کے وقت تک پیدا نہیں ہوا تھا۔ حضرت حمزہ بھی اس وقت تک بے اولاد تھے۔

(۴) علی ابن ابی طالب = پہلے یہ مسلمان ہوئے یا حضرت ابو بکر۔ اس بحث میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعثت نبوی کے وقت دس برس کے تھے، انذار عشیرہ کے دن ۱۳ برس کے تھے۔ عام اہل مکہ کو رسول اللہ کی ہجرت تک ان کے اسلام کی خبر نہ تھی یا اگر خبر تھی تو ان کو بچہ سمجھ کر قریش ان سے تعرض نہیں کرتے تھے، بہر حال یہ مسلمان تو تھے مگر اعلان اسلام میں دیر کی۔

(۵) ام ہانی بنت ابی طالب = فتح مکہ کے دن یا بعد میں مسلمان ہوئیں۔

(۶) عتیبہ بن ابی لہب = ان کے ساتھ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ بیاہی ہوئی تھیں۔ آپ کی بعثت کے بعد ابولہب کے حکم کی بنا پر اس نے حضرت ام کلثوم کو طلاق دے دی اور حضرت رسول خدا کی جناب میں گستاخی کی، اس کے بعد قافلے کے ساتھ شام کو روانہ ہوا۔ قصہ طویل ہے مختصر یہ کہ راہ میں ایک شیر نے اس کا شکار کر لیا۔

(۷) عتبہ بن ابی لہب = اس کے ساتھ حضرت رقیہ بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیاہی ہوئی تھیں اس نے بھی ابولہب کے حکم سے ان کو طلاق دے دی۔

(۸) معتقب بن ابی لہب = روایت ہے کہ عتبہ بن ابی لہب اور معتقب بن ابی لہب دونوں مکہ چھوڑ کر کہیں اور روپوش ہو گئے تھے۔ حضرت رسول خدا نے حضرت عباس سے کہہ کر ان دونوں کو بلوایا اور دونوں مسلمان ہو گئے۔ اور فتح حنین اور فتح طائف میں شریک تھے۔

(۹) درہ یا سبعہ بنت ابی لہب = اپنے شوہر نوفل بن حارث کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ سے شکوہ کیا کہ لوگ مجھے حطب النار کہتے ہیں اس پر رسول اللہ نے لوگوں سے کہا لم تؤذونی فی اہلی میں نے اس روایت کی صحت نہیں پرکھی،

(۱۰) نوفل حارث بن عبدالمطلب = تمام بنو ہاشم سے جو کسی وقت مسلمان ہوئے عمر میں بڑے تھے۔ ان کے اسلام کی تاریخ کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ بروز بدر یہ کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے۔ گرفتار ہوئے اور فدیہ دے کر رہائی حاصل کی اور اسی سال مسلمان ہو گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ غزوہ خندق کے دنوں میں غزوہ سے پہلے آ کر مسلمان ہوئے۔ بہر حال مسلمان ہوئے اور فتح مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہوئے۔

(۱۱) حارث بن نوفل بن الحارث = اپنے باپ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نوفل بن حارث کے دو بیٹے اور عبداللہ بن نوفل اور مغیرہ بن نوفل یہ دونوں نوفل کے اسلام کے بعد پیدا ہوئے۔

(۱۲) ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب = مسلمان ہوئے مگر نہیں معلوم کب۔ فتح مکہ کے دن یا اس سے

پہلے ان کے ایک فرزند کو ایام جاہلیت میں کسی نے قتل کر دیا تھا ان کا ''ثار'' (انتقام) باقی تھا۔ فتح مکہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام جاہلیت کے ہر خون کے انتقام کو نا روا قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلا خون جس کے ثار کو میں باطل کرتا ہوں وہ ربیعہ بن الحارث کا خون ہے۔

(۱۳) عبد شمس بن حارث بن عبد المطلب = یہ بھی مسلمان ہوئے مگر کب یہ نہیں معلوم۔ انذار عشیرہ کے دن تک مسلمان نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات پائی۔

(۱۴) عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب = عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس برس بڑے تھے۔ انذار عشیرہ تک مسلمان نہ تھے لیکن آپؐ کے دخول دار ارقم سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ بروز بدر جن تین بزرگوں نے مبارزت کی تھی وہ تھے (۱) عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب بن ہاشم (۲) حمزہ بن عبد المطلب (۳) علی بن ابی طالب۔ عبیدہ جنگ بدر میں زخمی ہو گئے تھے انھیں دنوں بدر سے مدینہ روانہ ہوئے راہ میں وفات پائی۔ حضرت حمزہ غزوہ احد میں شہید ہوئے حضرت علی ۴۰ھ میں شہید ہوئے۔

(۱۵) ابو سفیان مغیرہ بن حارث = رسول اللہ کے ابن عم اور رضاعی بھائی۔ بعثت سے پہلے آپؐ کے محبّ تھے پھر بعد میں سخت مخالف بن گئے آپؐ کی ہجو میں اشعار کہتے تھے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کرنے کے لئے مدینہ کو چلے جب کہ آپؐ فتح مکہ کے لئے مکہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ راہ میں مسلمان ہوئے۔ فتح مکہ غزوہ حنین، فتح طائف میں شریک تھے۔

(۱۶) جعفر بن ابی سفیان بن الحارث بن عبد المطلب = اپنے باپ کے ساتھ مسلمان ہوئے ان کے بھائی عبداللہ بن ابی سفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ آپؐ سے کوئی حدیث نہیں سنی تھی۔ فتح مکہ کے روز کم عمر بچے تھے۔

حضرت رسول اللہ کے ایک چچا اور تھے۔ زبیر بن عبد المطلب رسول اللہ کے بڑے محبّ تھے لیکن آپ کی بعثت سے بہت پہلے انتقال کر گئے ان کے ایک بیٹے تھے عبداللہ بن زبیر بن عبد المطلب۔ بعثت نبوی کے وقت شیر خوار رہے ہوں گے۔ فتح مکہ کے دن ۲۰، ۲۲ برس کے نوجوان تھے۔ مسلمان ہوئے حنین کے غزوہ میں شریک ہوئے حضرت ابو بکر کے ایام خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔ ہم نے ان کا شمار الگ نہیں کیا۔ کیونکہ انذار عشیرہ کے روز یہ بالغ نہیں تھے۔ اب اولاد عمات کو گن لیجئے:

(۱) عامر بن کریز بیٹے ام حکیم کے رسول کے ابن عمہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔

(۲) عبداللہ بن ابی امیہ = فرزند عاتکہ بنت عبدالمطلب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالف تھے۔ قرآن کی ایک آیت میں جو سورہ اسرائیل کے اندر ہے کفار کا ایک قول منقول ہے: لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا (۲۹) روایت ہے یہ بات انھیں نے کہی تھی۔ ۸ ھ میں یہ اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب قبول اسلام کے لئے مکہ سے مدینہ کو چلے جبکہ آپؐ مع صحابہ کرام فتح مکہ کے لئے مدینہ سے چل پڑے تھے راہ میں ایک مقام پر آپؐ سے یہ دونوں ملے آپؐ نے ان کے چہرے دیکھ کر منہ پھیر لئے۔ عبداللہ بن ابی امیہ نے اپنی بہن ام سلمہ سے مل کر اس کا ذکر کیا ابوسفیان نے حضرت علی سے مل کر اس کا ذکر کیا حضرت علی نے رائے دی کہ تم دونوں جاؤ اور حضرت رسول اللہ کے روبرو کھڑے ہو کر وہی کہو جو کہ برادران یوسف نے حضرت یوسف سے کہا وہی جواب ملے گا جو حضرت یوسف نے دیا تھا، حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے خدا کے رسول سارے لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت خود آپؐ کے ابن عم اور ابن عمہ کو نہ ہونا چاہئے۔ حضرت علی کے مشورہ کے مطابق یہ دونوں آپؐ کے سامنے آئے اور بولے تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ O قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (۳۰) پھر آپؐ نے ان سے اسلام پر بیعت لی۔ یہ دونوں غزوہ فتح، غزوہ حنین، اور غزوہ طائف میں شریک تھے۔

(۳) زہیر بن ابی امیہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔

(۴) ابوسلمہ بن عبدالاسد حضرت برہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے = ہجرت حبشہ اولی سے پہلے انذار عشیرۃ کے بعد کسی دن مسلمان ہوئے۔

(۵) عبداللہ بن جحش = امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے

(۶) احمد بن جحش = امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے — دونوں انذار عشیرہ کے بعد ہجرت حبشہ اولی سے پہلے مسلمان ہوئے۔

(۷) عبیداللہ بن جحش = امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے۔ اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ مسلمان ہوئے ان کے ساتھ ام المومنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب بیاہی ہوئی تھیں۔ حبشہ ہجرت کر کے گئے وہاں نصرانی ہو گئے۔ یہاں بی بی دربدر ہو گئیں۔ یہ واقعہ نجاشی کے قبول اسلام کے بعد کا ہے۔ نجاشی کے ذریعہ آپؐ نے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا۔ خود نجاشی نے آپؐ کے وکیل کی

حیثیت سے ان کا نکاح رسول اللہ سے کردیا اور آپ کی طرف سے نجاشی نے مہر ادا کیا۔

(۸) ان تینوں کی تین بہنیں تھیں۔ام المومنین زینب بنت جحش،

(۹) ام حبیبہ بنت جحش زوجہ عبدالرحمان بن جحش۔

(۱۰) حمنہ بنت جحش زوجہ مصعب بن عمیر بن ہاشم عبدمناف

چھیؤں بھائی بہن انذار عشیرہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے۔

(۱۱) طلیب بن عمیر۔اروی بنت عبدالمطلب کے بیٹے دارارقم میں مسلمان ہوئے

(۱۲) زبیر بن العوام =صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے انذار عشیرہ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے عمر بوقت اسلام ایک روایت کے مطابق ۸ برس کی، دوسری کے مطابق ۱۶ برس کی اور تیسری روایت کے مطابق ۱۸ برس کی تھی۔یہی صحیح ہے یہ ترتیب کے لحاظ سے چوتھے مسلمان ہیں،اول مسلمین قرآن میں رسول خدا کا لقب ہے اس لقب کے مطابق ابو بکرؓ دوسرے اور زبیر بن العوام پانچویں مسلمان تھے۔

(۱۳) سائب بن العوام = یہ بھی مسلمان ہوئے مگر کب؟ نہیں معلوم،غزوہ بدر میں نہ کفار کی طرف سے شریک تھے نہ مسلمانوں کے ساتھ تھے، احد کے بعد تمام غزوات میں شریک تھے، جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

۱۳ اولاد عمات اور ۱۲۶ اولاد عمام چھ عمات اور چار اعمام جملہ ۱۳۹ افراد آپ کے عشیرہ اقربین میں داخل تھے۔رسول اللہ سمیت جملہ ۱۴۰ افراد جو کہ حضرت عبدالمطلب کی اولاد تھے،ایک گھرانے کے لوگ تھے۔جب کہ عشیرہ اقربین کے انذار کا حکم ہوا،اب انذار عشیرہ کی تاریخ سے متعلق روایات دیکھئے۔روایات بالآخر روایات ہیں۔آیات نہیں ہیں۔روایات میں استقام کا ہونا ضروری ہے،اس لئے روایات کو قرآن پر غور کرکے روایات کو احتیاط کے ساتھ قبول کرنا چاہئے۔

تاریخ انذار عشیرہ

الشیخ حسین بن محمد بن حسن الدیار البکری تاریخ الخمیس میں فرماتے ہیں:

ذکر ۲ و ۳ نبوت اور اخفائے دعوت کا۔روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپاتے تھے نبوت اور دعوت دیتے تھے اسلام کی طرف چپکے چپکے،اور اسی طرح ابو بکر

بھی اپنی قوم کے ان لوگوں کو جن پر اعتماد کرتے تھے تین برسوں تک ۔ تو جب نبوت کے تین برس گذر گئے تو نازل ہوئی: فاصدع بما تو مر پس ظاہر کیا دعوت کو اسلام کی طرف ۔ اور روایت کی گئی ہے عروہ بن زبیر وغیرہ علما سے کہ اقراء باسم ربک کے نزول کے بعد تین برسوں تک جب تک کہ فاصدع بما تومر اور و انذر عشیرتک الاقربین نہیں اتری تھیں، نہیں ظاہر کرتے تھے پھر آپؐ نے اعلان کیا اور صدع امر فرمایا دس برس تک مکہ میں (۳۱)

ہم دکھا چکے ہیں کہ یہ بات غلط ہے کہ آپؐ اپنی دعوت کو چھپاتے تھے ۔ صدع امر کا حکم سورہ حجر میں ہے اور عشیرہ اقربین کے انذار کا حکم سورہ شعراء میں ہے ان سورتوں کو شروع سے آخیر تک پڑھئے خود یہ سورتیں بتا دیں گی کہ رسول اللہ نے دعوت الی الاسلام کو کبھی نہیں چھپایا ۔ سورہ نوح میں حضرت نوح کا قول منقول ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝ (۳۲)

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝ (۳۳)

یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا ۔ جب تک

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۳۴) اور

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا نہیں اتری تھی تب تک آپؐ خود کو نذیر و بشیر کہتے تھے ۔ کچھ لوگوں کو علانیہ اسلام کی دعوت دیتے تھے اور جو لوگ دعوت قبول کر لیتے تھے مگر اعلان اسلام سے ڈرتے تھے ان کے گھروں میں جا جا کر چپکے چپکے اسلام کی تعلیم دیتے ۔ سورہ شعراء کی آیت تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے ۔ سورہ حجر کے اسباب نزول میں سے ایک کفار کا وہ قول ہے جو حجر: ۶ و ۷ میں منقول ہے ۔ حجر: ۹۷ میں ہے کہ

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ

پوری سورہ پڑھ لیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ روایت کے اس مقام میں عروہ بن زبیر کے اپنے الفاظ مروی نہیں ہیں، راویوں نے اپنے خیالات کی آمیزش کے ساتھ ان کے قول کا اپنے الفاظ میں اعادہ کیا

ہے۔ان کا قول بس یہ رہا ہوگا کہ شعراء کی آیت وانذر عشیرک الاقربین اور حجر کی آیت (فاصدع بما تؤمر) اقرا باسم ربک کے نزول کے تین برس بعد اتری اس کے بعد آپ مکہ میں ۱۰ برس اور مدینہ میں ۱۰ برس رہے روایات کا بس اسی قدر حصہ قابل قبول ہے۔

دوشنبہ ۱۷/رمضان ۱۳ ق ھ سے لیکر ۱۶/رمضان ۱۰ ق ھ تک ۳ برس یعنی ۱۰۶۳ دن پورے ہوئے۔دوشنبہ سے شروع ہو کر مدت شنبہ پر ختم ہوئی اس کے بعد اسی ماہ میں یا کسی اور ماہ میں وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی۔نزول قرآن کی تاریخ کو ہم ۶/اگست ۶۱۰ء سے تطبیق دیتے ہیں۔۵/اگست کو تین حولین برس یعنی ۱۰۹۶ دن گذرے یہ تعداد واقعی تعداد سے ۳۳ دن چھوٹی ہے اس لئے ۲۸ دن جولائی کے اور ۵ دن اگست کے حذف کیجئے مدت ۱۰۶۳ دن ۳/جولائی ۸۱۳ء پر ختم ہوئی۔جولائی ۶۱۳ء انذار عشیرہ کا زمانہ باور کریں۔

ہجرت حبشہ اول وثانیہ

انذار عشیرہ سے کچھ عرصہ بعد کفار کے مظالم کی وجہ سے مسلمانوں کیلئے مکہ میں رہنا دوبھر ہوگیا اس لئے رسول اللہ کی اجازت سے ۱۱ مرد اور ۴ عورتیں امن وامان کے لئے حبش میں چلے گئے۔اور وہاں رجب شعبان اور رمضان ۳ ماہ مقیم رہے پھر ان کے پاس یہ غلط خبر پہنچی کہ سارا مکہ مسلمان ہوگیا ہے اس لئے شوال کے مہینے میں سب مہاجرین واپس آ گئے مگر چند ہی دنوں کے بعد دوبارہ لوگوں کو ہجرت کرنی پڑی۔یہ واقعہ ۵ نبوت یعنی ۹ ق ھ کا واقعہ ہے۔

غلط کہانیاں

قصہ طویل ہے ہم نے بالاختصار اتنی باتیں نقل کی ہیں جن میں اختلاف اور بحث کی گنجائش نہیں ہے۔اتنی بات تو یقینی ہے کہ رجب،شعبان اور رمضان ۵ نبوت میں وہ لوگ حبشہ میں رہے لیکن سوال یہ ہے کہ حبش روانہ کب ہوئے،کہتے ہیں کہ رجب ہی میں لیکن یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے۔کیونکہ اس کے ساتھ یہ بھی روایت ہے کہ رجب ۵ نبوت میں آپؐ نے پوری سورہ نجم شروع سے آخر تک مجمع عام میں پڑھ کر سنائی۔جس وقت آپؐ نے

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ○ (۳۵)

پڑھی اس وقت نعوذ باللہ شیطان نے آپؐ کی زبان پر یہ کلمہ کفر جاری کر دیا کہ

تَلْکَ الْغُرَانِقَةُ الْعُلٰی، وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْجٰی

آپؐ نے سورہ پڑھ کر جب سجدہ کیا تو آپؐ کے ساتھ سب لوگ سربسجود ہو گئے اور اس واقعہ کی خبر حبش میں یہ خبر بن کر پہنچی کہ سارا مکہ مسلمان ہو گیا ہے اس لئے شوال میں لوگ حبش سے مکہ واپس آ گئے ۔ یہ بیان بھی متعدد روایتوں کے ٹکڑوں کا مجموعہ ہے اور حسب ذیل میں ایک ایک ٹکڑے پر بحث کرتی ہے:

(۱) سورہ نجم رجب ۵ نبوت میں اتری = یہ قول کسی ایسے راوی تک منتہی نہیں ہے جس نے ذاتی علم کی بنا پر یا کسی ذاتی علم والے سے سن کر یہ بات کہی ہو۔ یہ قول واقدی کا ہے

(۲) سورہ نجم آپؐ نے پوری کی پوری رجب ۵ نبوت میں پڑھ کر سنائی ۔ خبر کا یہ جز بھی واقدی کا بیان ہے ۔ قرأت نجم کے وقت موجود کسی شخص سے یہ مروی نہیں ہے۔

(۳) نجم آیات ۱۹ اور ۲۰ کے بعد آپ کی زبان پر شرک کا یہ فقرے کے جاری ہونے کا قصہ بھی کسی ایسے شخص سے مروی نہیں ہے جو قرأت نجم کے وقت موجود رہا ہو ۔ قصے کے اس جز کی بابت روایتیں سیوطی نے سورہ نجم کی تفسیر میں نہیں لکھیں بلکہ سورہ حج کی آیت نمبر ۵۲ کے ماتحت نقل کی ہیں ۔ ان روایات پر بحث کیلئے الگ ایک مضمون کی ضرورت ہے،

لیکن ایک بات واضح ہے کہ مولانا مودودی، مولانا نورانی، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا مفتی محمود، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری میں سے کسی کی بابت اگر میں یہ خبر دوں کہ میں نے ان صاحب کو دیکھا ہے کہ صبح سو کر اٹھے تو کلمہ پڑھنے کی بجائے ''رام نام ست ہے'' پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے مبارک چہرے کو مسح فرمایا تو کیا میرا سامع چاہے مسلم یا غیر مسلم ہو جس کے متعلق میں نے یہ خبر دی ہے اس کا دشمن ہو کیا وہ مجھ سے چھوٹتے ہی یہ نہیں کہہ دے گا کہ جھوٹا ہے تو اے کمبخت ۔ اس بزرگ سے تو کیا ہم جیسے فاسق و فاجر سے ایسی غلطی سرزد نہیں ہوتی تو کیا حضرت رسول خدا مولانا مودودی وغیرہ سے بھی گئے گذرے تھے کہ اس کہانی کو تسلیم کر لیا جائے ۔

لیکن کوئی نہ کوئی واقعہ ایسا ضرور رہا جس کی وجہ سے یہ کہانی مشہور رہوئی ۔ درمنثور میں یہ کہانی جن بزرگوں سے منقول ہے ان میں سے صرف تین بزرگ ایسے ہیں جن کی بابت کہا جا سکتا ہے قصہ اپنے بزرگوں سے سنا ہوگا۔

(۱) عروہ بن زبیر = حضرت ابوبکر کے نواسے، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے پوتے، زبیر بن العوام کے بیٹے، ان کا بیان ہے کہ لوگوں نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر یہ بات کہی۔

(۲) عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ المخزومی ابوجہل کے بھتیجے انھوں نے اپنے بزرگان خاندان سے قصہ سنا ہوگا۔

(۳) محمد بن کعب القرظی انھوں نے اپنے بزرگان خاندان سے سنا ہوگا۔

کہانی خاندان ابوجہل کی اور بنو قریظہ کی تصنیف کی ہوئی کہانی ہے، واقعہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ اپنی مقدس دیویوں کے نام سنتے ہی مشرکین وہ فقرہ دہرانے لگے جو عادتاً ان کے نام سن کر بولا کرتے تھے۔ سورہ زمر میں ہے کہ:

وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (۳۶)

لات، عزیٰ، اور منات کے نام کو سن کر لوگ خوش ہو گئے۔ مشرکین نے ایک مرتبہ باہم مشورہ کر کے کہا تھا کہ:

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (۳۷)

اس لئے روایت یہ وجود میں آئی۔

تِلْكَ الْغَرَانِقَةُ الْعُلٰى، وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْجٰى

خاندان محمد بن کعب نے الفاظ بدل دیئے اور اسے القی الشیطان علیٰ لسانہ بنا دیا اور اس قصہ کو حج: ۵۲ کی تفسیر بنا دیا گیا۔ یہ ہے میری توجیہ۔ ضروری نہیں کہ یہی توجیہ درست ہو۔ ایک توجیہ یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح سورہ زمر میں "قالوا" کے بغیر مشرکوں کا قول مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى وارد ہے پھر اس کی تردید ہے اسی طرح نجم ۲۱و۲۲ کے پڑھنے کے بعد حضور نے کفار کی بات دہرا کر بعد کی آیات نجم ۲۳ تا ۲۶ پڑھی اور اس کی بابت کفار نے کہا ہو کہ القی الشیطان علی لسانہ۔ یہ بھی ایک قیاسی توجیہ ہے۔ تلاوت نجم کے وقت جو صحابہ موجود تھے ان میں سے دو کے نام ہم کو معلوم ہیں (۱) عبداللہ بن مسعودؓ جو بحالت اسلام اس وقت موجود تھے (۲) مطلب بن ابی وداعہ جو اس وقت مسلمان نہیں تھے۔ ان دو میں سے کسی سے تلک الغرانیق کا قصہ منقول نہیں ہے، یہ قصہ سورہ حج کی آیت نمبر ۵۲ کے نزول کے بعد خاندان محمد بن کعب قرظی نے گھڑ کر اسے مشہور کیا اور خاندان عبدالرحمان بن حارث بن ہشام نے یعنی

ابوجہل کے گھرانے نے اس کی تشہیر میں اضافہ کیا۔ قدما نے اس قصہ کو ملاحدہ کی گھڑنت قرار دے کر اس کو مسترد کیا ہے۔ محمد بن عبداللہ علیہ السلام کو ایک شخص رسول اللہ مانے یا نہ مانے اس سے تو کوئی مورخ انکار نہیں کرسکتا کہ: (۱) یکویرم دو جواتی۔ (۲) اورمزدیکتا خدا ہے، (۳) شمع یشرنیل الوھک الو ھیم احدیم، اور لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم دینے والے بانیان ادیان میں حضرت محمد بن عبداللہ سے زیادہ کامیاب کوئی نہیں گذرا۔ شیطان جب ہم جیسے شیطانوں کی زبان پر تلک الغرانیق جیسا فقرہ ادا کرا سکنے سے قاصر ہے تو بے آمیز توحید باری کے کامیاب ترین معلم کی زبان پر کیسے یہ جملہ جاری کرسکتا ہے۔ حجر ۴۲ تا ۴۲ اور اسرائیل ۶۵ پڑھے خدا نے ابلیس سے فرما دیا تھا کہ:

اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (۳۸)

اور ابلیس کے اس قول کے جواب میں کہا تھا کہ

لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ O اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ O

(۳۹)

شیطان کو تاب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو الگ رہے جنید و شبلی جیسوں تک کی زبان پر ایسا کلمہ جاری کر سکے۔ یقیناً یہ داستان خاندان محمد بن کعب قرظی اور خاندان ابوجہل کی تصنیف ہے۔ عبدالرحمان بن حارث نے اور محمد بن کعب نے یقیناً اسے اپنے خاندان کی گھڑی ہوئی خبر بتا کر اس کا ذکر کیا ہوگا۔

تلاوت نجم کے بعد سجدے کے قصہ کی بابت ذیل میں ہم حضرت ابن عباس کی طرف منسوب روایتیں بخاری سے نقل کرنے کے بعد ابن مسعودؓ کی طرف منسوب روایتیں پیش کر کے ایک اور روایت کا ذکر کریں گے اس کے بعد قرآن مجید کی ایک آیت پیش کریں گے۔

(۱) حدثنا (۱) مسدد۔ قال حدثنا (۲) عبدالوارث، قال حدثنا (۳) ایوب، عن (۴) عکرمہ عن (۵) ابن عباس xx xx رواہ ابراہیم بن طہمان عن ایوب،

(۲) حدثنا ابومعمر قال حدثنا عبدالوارث قال حدثنا ایوب عن عکرمہ عن ابن عباس xx xx تابعہ ابن طہمان عن ایوب ولم تذکر ابن علیہ ابن عباس،

ہم نے متن حدیث کی جگہ چلیپا ئیں رکھی ہیں۔ پہلے اسناد کا حال سمجھ لیجئے۔ عبدالوارث کا عن

ایوب کا جو متن ہے غالبًا وہی ابراہیم بن طہمان کا متن ہے۔ جسے امام بخاری نے نقل نہیں کیا۔ پہلی سند باب ماجاء فی سجود القرآن مین ملے گی۔ دوسری تفسیر سورہ نجم میں ملے گی۔

ابن علیہ کا پورا نام اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ بن مقسم تھا، یہ نہایت معروف ثقات میں سے تھے ان کا ذکر پیش نظر تقریب التہذیب کے باب الکنی میں تو ہے مگر اس کے ساتھ لقدم وکرہ ہونا چاہئے وہ نہیں چھپا ہے۔ اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ کا ذکر جہاں ہونا چاہئے وہاں نہیں ہے جس سے ان کا رتبہ معلوم ہوسکتا، "تقریب" دارنشر الکتب الاسلامیہ، ۱۹ گروناتک پورہ، گجرانوالہ پاکستان نے شائع کی ہے، ابن علیہ کو میں جانتا ہوں وہ بڑے پایہ کے محتاط راوی ہیں۔ ابن علیہ کی حدیث ایوب عن عکرمہ پر ختم ہے۔

ابراہیم بن طہمان کے متعلق ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے "ابراہیم بن طہمان الخراسانی ابو سعید باشندے تھے نیشاپور کے پھر مکہ میں قیام کیا (ثقہ یغرب) ثقہ غریب روایتیں کرتے ہیں، ان پر ارجاء کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے کہا جاتا ہے کہ اس سے (ارجاء سے) رجوع کرلیا طبقہ سابعہ کے راوی تھے ۶۸ (۱۶۸ ھ) میں وفات پائی۔ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان العنبری کے مولی پر قدریہ ہونے کا الزام ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ الزام ثابت نہیں۔ ثقہ طبقہ ثانیہ کے راوی تھے ۱۰۸ ھ میں وفات پائی۔ عبدالوارث اور ابراہیم بن طہمان کی روایت کو ابن علیہ کی روایت پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، متن حدیث حضرت عبداللہ بن عباس کا قول نہیں ہے۔ عکرمہ کے قول ابن الطہمان اور عبدالوارث کی غرابت پسندی نے ابن عباس کا قول بنا دیا۔ عکرمہ مولی ابن عباس کی بابت صاحب تقریب نے لکھا:

عکرمہ عن عبداللہ مولی ابن عباس اصلاً بربری تھے ثقہ تھے ثبت تھے عالم تفسیر تھے۔ ابن عمر سے ان کی تکذیب ثابت نہیں ہے اور نہ ان سے کوئی بدعت ثابت ہے۔ طبقہ ثالثہ کے راوی تھے ۱۰۷ ھ میں اور کہا گیا ہے کہ اس کے بعد وفات پائی۔

عکرمہ مولی ابن عباس نے ابن علیہ عن ایوب کی روایت کے متن کو ابن عباس کا قول نہیں بتایا، یہ عکرمہ طبقہ ثالثہ کے تھے۔ ایک عکرمہ بن سلمہ بن ربیعہ طبقہ رابعہ کے تھے۔ ابن ماجہ کے رواۃ میں سے یہ مجہول راوی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایوب نے اسی مجہول راوی کا قول نقل کیا ہو جسے ابن طہمان اور عبدالوارث نے مولی ابن عباس سمجھ لیا ہو اب متن حدیث پڑھئے:

سجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنجم و سجد معه المسلمون

والمشرکون والجن والانس

نجم پر سجدہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے اور مشرکوں نے اور جن وانس نے۔

حضرت ابن عباس ۳ قبل ہجرت میں پیدا ہوئے۔ اگر بفرض محال انھوں نے یہ بات اہل مکہ سے سن کر بیان کی تو روایت کو المسلمون والمشرکون پر ختم ہوجانا چاہئے۔ جن وانس کے سجدہ کرنے کی خبر کیسے معلوم ہوئی۔ یہ ناقابل یقین مبالغہ حضرت ابن عباس سے مروی نہیں ہوسکتا۔ پھر بروقت موجود صحابی کے قول کے مخالف روایت ہے اس لئے بخاری میں ہونے کے باوجود ناقابل یقین ہے۔ عبدالوارث اور ابن طہمان کی غرابت پسندی اس کہانی کی موجد معلوم ہوتی ہے۔ اب حضرت ابن مسعود روایت کے متن سے پہلے اسنادوں کو دیکھئے۔

(۱) حدثنا (۱) نصر بن علی الجہرمی (۲) ابو احمد حدثنا (۳) اسرائیل عن (۴) ابی اسحاق (۴۰)

(۲) حدثنا (۱) عبدال بن عثمان قال اخبرنی (۲) ابی عن (۳) شعبہ عن ابی اسحاق (کتاب المغازی)

(۳) حدثنا (۱) محمد بن بشار قال حدثنا (۲) غندر قال حدثنا (۳) شعبہ عن (۴) ابی اسحاق (۴۱)

ان تینوں سندوں کے مطابق ابو اسحاق نے الاسود عن عبداللہ ابن اسحاق سے روایت کی سند اول کے مطابق حضرت ابن مسعود نے فرمایا:

اول سورہ نزلت فیھا سجدۃ النجم فسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سجد من خلفہ الا رجل رایتہ اخذ کفا من تراب فسجد علیہ فرائیتہ بعد ذلک قتل کافرا و ھو امیہ بن خلف

پہلی سورۃ جس میں کوئی (حکم) سجدہ کا نازل ہوا وہ نجم ہے۔ پس سجدہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سجدہ کیا ان لوگوں نے جو آپؐ کے ساتھ تھے۔ لیکن میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ ایک مٹھی خاک اٹھائی اس پر سجدہ کیا پھر اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا کہ بحالت کفر مقتول ہوا اور وہ امیہ بن خلف تھا۔

سند دوم کا متن ہے:

انہ قرا والنجم فسجد بھا و سجد من معہ غیر ان شیخا اخذ کفا

من تراب فرفعه الى جبهته فسجد عليه فقال يكفينى هذا،

آپؐ نے نجم پڑھی اور سجدہ کیا آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھ والوں نے سوائے ایک بوڑھے کے جس نے ایک ہتھیلی خاک اٹھائی اور اپنے ماتھے تک اسے اوپر اٹھایا اور بولا میرے لئے بس اتنی کافی ہے۔

تیسری اسناد کا متن ہے

قال قرا النبى صلى الله عليه وسلم النجم فسجد بها وسجد من معه غير شيخ اخذ كفا من حصى او تراب فرفعه الى جبهة و قال يكفينى هذا فرائيته بعد قتل كافرا،

کتاب المغازی کے دوسرے باب ابن مسعود عن سعد بن معاذ کی جو حدیث منقول ہے اس کے آخر میں مصنف کی بات مذکور ہے کہ قتل الله بدر ان روایتوں پر غور کرو، راوی اول خود تلاوت نجم اور سجود کے وقت موجود تھا۔ اس نے مشرکوں کے سجدے کا ذکر نہیں کیا بلکہ من معہ اور من خلفہ کے سجود کا کیا۔ من خلفہ کا مطلب ظاہر ہے من معہ کا مطلب سمجھنے لئے آیت پڑھئے، محمد رسول الله و الذين معه اور طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ جن کو ہم محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحابہ کرام کہتے ہیں۔ من معہ سے صحابہ کرام مراد ہیں، امیہ بن خلف قرأت نجم کے وقت من معہ اور من خلفہ میں سے ایک تھا اس نے سجدہ تو کیا مگر سجدہ اس طرح نہیں کیا جس طرح رسول اللہ اور من معہ نے سجدہ کیا اس لئے اللہ نے اس کا ایمان سلب کرلیا اور اس کی موت بحالت کفر ہوئی۔ یہ حدیثیں ہم کو سبق دیتی ہیں کہ (محمد رسول الله و من معه) کے اتباع سے گریز ایمان کے سلب ہوجانے کا سبب ہوتا ہے۔ ان کے طریقے سے ذرہ برابر انحراف میں کافر ہوجانے کا خطرہ ہے۔

مقصود ان احادیث کے ذکر کا سلب ایمان کا خطرہ بتانا نہیں ہے یہ بات تو برسبیل تذکرہ آگئی کہنا بس یہ ہے کہ ابن عباس کے منہ میں راویوں کی بھول اور وہم نے سجد المسلمون کے بعد (والمشركون و الجن و انس) کا عجیب وغریب اضافہ کردیا ہے۔ اس وقت بحالت کفران لوگوں کے ساتھ جو من خلفہ کے ماموں حضرت مطلب بن ابی وراعہ بھی تھے ان کی روایت ترمذی میں ہونی چاہئے مگر پیش نظر نسخے میں نہیں ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہوگی۔ در منثور تفسیر سورہ نجم میں یہ روایت شامل ہے۔ انھوں نے من خلفہ

کے سجدے کا ذکر تو کیا ہے مگر امیہ بن خلف کا ذکر نہیں کیا ہے۔ مشرکوں کے سجدہ کرنے یا نہ کرنے کا ذکر بھی نہیں کیا ہے البتہ یہ ذکر کیا ہے کہ اس وقت میں نے سجدہ کر لیا تھا۔ سورہ انشقاق میں ہے کہ:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ○ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ○ (۴۲)

تو بات کیا ہے کہ وہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔ بلکہ جو کافر ہیں تکذیب کرتے ہیں۔

آپ نے تراویح باجماعت پڑھی ہے۔ مسلمانوں کے کسی بھی دیس میں پڑھی ہے تو دیکھا ہوگا کہ بعض آیتیں پڑھ کر امام رکوع سے پہلے سجدہ کرتا ہے پھر کھڑا ہو کر کچھ اور آیتیں پڑھتا ہے پھر رکوع و سجود کرتا ہے۔ آخری دور کے صحابہ سے لیکر ائمہ فقہ کے دور تک یہ بات مختلف فیہ ہے کہ ان آیات کو پڑھتے ہی اور سنتے ہی سجدہ کرنا واجب ہے یا مستحب ہے یا محض جائز ہے، ان فقہی مباحث میں الجھنا بے سود ہے عملاً پوری امت بغیر اختلاف خلفا بعد سلف ایسا کرتی آئی ہے اور امت کا عملی تواتر روایت آحاد سے زیادہ قوی شہادت ہے۔ بعض اتقیا کا یہ عالم ہے کہ جب بھی وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں یا سنتے ہیں تو آیتوں میں آیت سجدہ ہو یا نہ ہو توفیق تلاوت اور توفیق سماع کے شکرانے میں ضرور سجدہ کرتے ہیں بشرطیکہ بصورت سماع وضو سے نہ ہوں۔ وضو کے بعد سجدہ تلاوت کی قضا ادا کرنے کے بعد کوئی اور کام کرتے ہیں۔ یہ بدعت نہیں ہے بلکہ اتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ اس کی تعمیل جیسی بات ہے۔ سجود تلاوت کی وجوب یا استحباب کی دلیل یہی آیات سورہ انشقاق کی ہیں کیونکہ سماع قرآن کے بعد سجدہ نہ کرنے والوں کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ مومن نہیں ہیں کافر ہیں جو حق کی تکذیب کرتے ہیں۔

اس بیان میں ایک حدیث امام بخاریؒ کی تنقید کی زد میں آگئی ہے۔ ناظرین فیصلہ کر سکتے ہیں کہ تنقید بجا ہے یا بے جا۔ اگر انھوں نے بے جا قرار دیا تو وجہ بتائیں کہ واقعے کے وقت خود موجود صحابیوں نے تو سجد المسلمون والمشرکون والجن و انس نہیں کہا۔ واقعے کے صرف چھ یا سات برس بعد پیدا ہونے والوں کی زبان سے یہ فقرہ کہا گیا ہے۔

قرآن کی جن آیات کو آیات سجود کہا جاتا ہے ان میں سے صرف دو میں صریحاً حکم سجود ہے۔ نجم کی آخری اور علق کی آخری آیت۔ باقی آیتوں میں یا تو تارکان سجود کا ذکر ہے یا انبیا اور اہل علم کے سجود و

تلاوت کا ذکر ہے۔ ایک آیت اور ہے وہ سورہ حجر کی آخری آیت وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ○ ہے مگر چونکہ کوئی روایت نہیں ہے کہ اسے پڑھ کر یا سن کر فوراً سجدہ کیا گیا اس لئے شل کا حکم شل کی طرف منتقل نہیں کیا گیا۔ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ او راسجد کے معانی میں کوئی فرق نہیں۔ اسجد کے مطلب کو کُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ کا لفظ بھی ادا کرسکتا ہے۔ حضرت ابن مسعود کی روایت کے مطابق ہر آیت جس میں سجدے کا حکم ہے نجم کے بعد اتری۔ حجر کی آیت کُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ بھی نجم سے باعتبار نزول موخر ہے۔ شعرا میں ہے:

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ○ الَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ○
وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○ (۴۳)

اس سے ظاہر ہے نجم، حجر اور شعرا سے پہلے اتری۔ نزول حجر کا زمانہ انذار عشیرہ سے پہلے گذرا۔ قرأت نجم کا زمانہ رجب ۵ نبوت نہیں بلکہ رجب ۵ نبوت سے پہلے گذرا۔ رجب ۵ اور رمضان ۵ نبوت تک مہاجرین حبش میں رہے۔ شوال ۵ نبوت میں ایک غلط خبر کی بنا پر لوٹ آئے پھر ان کو جلد ہی اسی سال میں یا ۶ نبوت (۸ ق ھ) میں دوبارہ جلد جانا پڑا۔

دوسری ہجرت حبشہ کے بعد جب مسلمانوں کو بغرض تعذیب بجبر واپس لانے کے لئے قریش نے کچھ تحائف کے ساتھ نجاشی کے پاس ایک وفد روانہ کیا۔ جس کے افراد ۳ تھے:

(۱) عبداللہ بن ربیعہ المخزومی خاندان ابوجہل کا ایک فرد
(۲) عمرو بن العاص السہمی اس وقت مسلمان نہ تھے ۷ھ میں مسلمان ہوئے، مصر کے فاتح
(۳) عمارہ بن الولید بن المغیرہ ابوجہل کا ابن عم

ان لوگوں نے دربار نجاشی میں پہنچ کر قریش کے ہدیے نذر کئے اور نجاشی سے کہا کہ ہم کو قریش نے بادشاہ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ ہمارے چند بے وقوف لوگ اپنے آبائی دین سے منحرف ہو کر آپ کے ملک میں بھاگ آئے ہیں۔ انھوں نے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے جو بادشاہ کا دین نہیں۔ بادشاہ ان سب کو ہمارے حوالے کر دے تاکہ ہم ان کو آبا کے پاس پہنچا دیں۔ بطریقوں کو پہلے سے رشوتیں دے کر یہ لوگ راضی کر چکے تھے اس لئے انھوں نے نجاشی کو مشورہ دیا کہ ان کی بات مان لی جائے مگر نجاشی نے یہ مشورہ مسترد کر دیا اور اس نے پوچھا، کیا یہ لوگ تمھارے بھاگے ہوئے غلام ہیں؟ کیا ان پر تمھارا کچھ قرض

باقی ہے؟ کیا دین سے انحراف کے علاوہ کوئی ایسا جرم کیا ہے جو مستوجب سزا ہو۔ سب سوالوں کے جواب نفی میں تھے اس لئے نجاشی نے کہا ان کے ہوئے واپس کردو اور کہا جو لوگ امن امان کے لئے میری پناہ میں آئے ہیں انہیں واپس نہیں کرسکتا، حضرت عمرو بن العاص نے کہا ان کو بلا کر ان سے یہ تو پوچھئے کہ حضرت عیسیٰ کی بابت یہ لوگ کیا کہتے ہیں، نجاشی نے بلوایا۔ مہاجرین حبش کی تعداد کم و بیش اکاون باون تھی، ۳۰ سے کچھ زیادہ قریش مرد تھے ۱۱ قریش خواتین سات عرشی عورتیں تھیں۔ جن دنوں کی مسلمان حبش کی طرف ہجرت کی انھیں دنوں یا ان دنوں سے کچھ دنوں بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری اور ان کی قوم کے افراد براہ بحر آنحضرت کے پاس پہنچ کر دین اسلام قبول کرنے کے لئے روانہ ہوئے مگر ہواؤں نے ان کی کشتیاں حبش کے ساحل پر پہنچا دیں اور یہ لوگ مہاجرین حبش سے آ ملے۔ ۶ ھ تک وہیں مقیم رہے، شاید یہ لوگ وہاں موجود تھے۔ مسلمانوں کے سالار حضرت جعفر بن ابی طالب تھے۔ نجاشی نے جب ان کو بلا کر مکہ سے حبش آنے کی وجہ پوچھی تو حضرت جعفرؓ نے آنحضرت کی بعثت، اپنے قبول اسلام اور قریش کی تعدیوں کا ذکر کیا، نجاشی نے حضرت مسیح کے بارے میں ان کے عقائد پوچھے تو انھوں نے سورہ مریم کے ابتدائی دو رکوع پڑھ کر جو ان کی ہجرت سے پہلے اتر چکے تھے سنائے۔ ان آیتوں کو سن کر نجاشی اور دربار نجاشی کے کئی اسقف ایمان لائے۔ سورہ قصص کی آیات ۵۱ تا ۵۵ میں انھیں کے اسلام کا ذکر ہے۔

عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص بے نیل و مرام واپس مکہ چلے آئے۔ عمارہ بن الولید وہیں اس کی ایک حماقت کی وجہ سے جو نا قابل ذکر ہے جہنم واصل کر دیا گیا۔

ہجرت حبشہ اور بعد والے رجب، شعبان، اور رمضان ۵ نبوت (۹ ق ھ) حبش میں رہ کر شوال ۵ نبوت میں واپس آئے دوسری ہجرت حبشہ کا زمانہ ذی قعدہ یا ذی الحجہ ۵ نبوت ہو سکتا ہے۔ قریش کا وفد ذی الحجہ ۵ نبوت (۸ ق ھ) اور وفد کی واپسی کا زمانہ یہی ہو سکتا ہے۔

تاریخ دار ارقم

پہلی ہجرت حبشہ کے بعد واپس آنے والوں میں سے کچھ لوگ جن میں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عثمان بن مظعون داخل تھے یہیں مکہ میں رہ گئے، باقی لوگ کچھ اور لوگوں کے ساتھ حبش چلے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد ایک روز حضرت رسول اللہ کو خانہ کعبہ کے پاس تنہا بے یار و مددگار پا کر عقبہ بن ابی

معیط بن ابی عمرو بن امیہ القرشی الاموی نے اپنی چادر کوری کی طرح بٹ کر اس میں پھانسی کا پھندا بنا دے کر آپ کی گردن میں ڈال کر کسنے لگا، اتفاق سے حضرت ابوبکرؓ آ گئے اور

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآئَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ (۴۴)

پڑھتے ہوئے لپکے۔ اور دھکا دے کر عقبہ کو گرا دیا۔ قریش کے ظالموں نے رسول اللہ کو تو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکرؓ کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بنو تمیم (خاندان ابی بکر) کو خبر ہو گئی حضرت ابوبکرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچا دیا جہاں تقریبًا ایک ماہ تک وہ صاحب فراش رہے۔ قریب ہی کوہ صفا کے پاس ایک مسلمان ارقم بن ابی الارقم کا گھر تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر چلے گئے۔ ایک ماہ یا کچھ زیادہ دنوں تک اسی مکان میں پناہ گزین رہے۔ اب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے گھر گھر جایا کرتے تھے مگر اب مائل بہ اسلام لوگ دار ارقم میں آ کر مسلمان ہو جاتے اور آپ کی حفاظت کی خاطر یہیں مقیم ہو جاتے۔ ایک ماہ سوا ماہ کی مدت میں اس گھر میں آ کر ۴۰ افراد مسلمان ہوئے ۳۹ ویں مسلمان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تھے اور ۴۰ ویں مسلمان حضرت عمر تھے۔ یہ واقعہ ۶ نبوت یعنی ۸ ق ھ کا واقعہ ہو سکتا ہے۔ ہم نے اختصار کی خاطر اور بہت سی باتیں نقل نہیں کیں بس یہ سمجھئے کہ اسلام کے لئے عقبہ بن ابی معیط کی شرارت نہایت مبارک واقعہ بن گئی۔

اسلام حمزہ

السابقون الاولون میں ان صحابہ کا شمار ہے جو آپؐ کے دخول دار ارقم سے پہلے اور دار ارقم میں مسلمان ہوئے اور دوسرے لوگوں میں اسلام کی تبلیغ دلیری سے کر گئے۔ اسلام حمزہ کا قصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہ شکار کیلئے گئے ہوئے تھے اتفاق سے ایک روز ابوجہل نے آپ کو تنہا پا لیا اور آپؐ سے باتیں کرتے ہوئے آپ کو سخت سست کہا اور آپ کو گالیاں دیں۔ قریب ہی ایک لونڈی ابوجہل کی بدتمیزیاں سن رہی تھی۔ ایک روایت کے مطابق یہ لونڈی عبداللہ بن جدعان کی تھی۔ ایک روایت کے مطابق صفیہ بنت عبدالمطلب والدہ زبیر بن العوام کی لونڈی تھی۔ حضرت حمزہ جب شکار سے واپس آئے تو اس لونڈی نے سارا ماجرہ ان کو سنایا۔ قصہ سن کر وہ اپنی کمان لئے ہوئے قریش کے اس مجمع میں پہنچے جہاں ابوجہل موجود تھا اور اپنی کمان اس

کے سر پر دے ماری اور کہا: الشتمه واذا علی دینه و اقول ما یقول فاردد ذالک ان استطعت یعنی تیری مجال کہ تو اس کو گالی دے حالانکہ میں اس کے دین پر ہوں اور کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے بس ہمت ہے تو اپنی بات کو دہرا۔ بنو مخزوم میں سے کچھ لوگ لڑنے کیلئے آمادہ ہوئے تو ابو جہل نے کہا کہ چھوڑو ان کو میں نے ان کے بھتیجے کو بری گالیاں دی ہیں اس لئے یہ برہم ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت حمزہ دار ارقم میں آ کر مسلمان ہو گئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے کہ المواھب لدنیہ میں ہے کہ حضرت حمزہ جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے کہا:

حمدت الله حین هدی فوادی الی الاسلام والدین الحنیفی
لدین جاء من رب عزیز خبیر بالعباد بهم لطیف
اذا تُلیت رسائله علینا تحدر دمع ذی اللب الحصیف
رسائل جاء احمد من هدا ها بایات مبینة الحروف
واحمد مصطفی فینا مطاع فلا تغشوه بالقول العنیف
فلا والله نسلمه لقوم ولما نقض فیهم بالسیوف (۴۵)

اسلام عمر

حضرت حمزہ کے اسلام کے تیسرے دن حضرت عمر مسلمان ہوئے۔ امام احمد بن حنبل نے مسند میں خود حضرت عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک روز میں حضور کو چھیڑنے کیلئے نکلا آپ کو نماز میں مشغول پایا۔ آپؐ نماز میں سورہ حاقہ کی تلاوت کر رہے تھے میں غور سے سننے لگا اور اس کی دلکشی پر تعجب کرنے لگا۔ میں نے اپنے جی میں کہا یقیناً یہ شخص جیسا کہ قریش کہتے ہیں ایک شاعر ہے۔ آپ نے کہا:

وَمَاهُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ○ (۴۶)

اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم لوگ کم بہت کم ایمان رکھتے ہو۔

میں نے خیال کیا ضرور یہ شخص کاہن ہے میرے دل کی بات جان لیتا ہے۔ آپؐ نے کہا:

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّاتَذَكَّرُوْنَ ○ (۴۷)

اور نہ کسی کاہن کا بول ہے تم لوگ بہت کم سمجھتے ہو۔

حضرت عمرؓ نے کہا یہ پہلا موقع تھا جب اسلام میرے قلب میں نازل ہوا۔

سورہ حاقہ سن کر حضرت عمرؓ مائل بہ اسلام تو ہو گئے تھے مگر آبائی مسلک کے ساتھ محبت اور اسلام دشمنی کا جذبہ مر نہیں گیا تھا۔ ایک روز قریش نے یہ طے کیا کہ محمدؐ کا کام تمام کر دینا چاہئے اور حضرت عمر کو آپؐ کے قتل کر دینے پر آمادہ کیا یہ تلوار لیکر آپؐ کو قتل کرنے چلے۔ راہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مڈبھیر ہو گئی۔ یہ حضرت آمنہ والدہ رسول کے رشتہ دار تھے اس لئے حضرت رسول خداؐ کبھی کبھی ان کو خالی (میرا ماموں) کہا کرتے تھے انھوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کدھر کے ارادے ہیں، بولے کہ محمدؐ کو قتل کر دینے جا رہا ہوں، حضرت سعد نے کہا تو کیا بنو عبد مناف اور بنو زہرہ تم کو زندہ رہنے دیں گے۔ حضرت عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی صابی (بے دین) ہو چکے ہو، بولے ہاں میں محمدؐ پر ایمان لا چکا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا پہلے تم ہی سے نمٹ لینا چاہئے۔ تلوار سے تلوار ٹکرانے لگی۔ دوران تقارہ (تلواروں کے ٹکراؤ) میں حضرت سعد نے حضرت عمر کو ان کی بہن اور بہنوئی کے اسلام کی خبر دی۔ حضرت سعد سے لڑنا چھوڑ کر بہن کے گھر کے دروازے پر پہنچے اس وقت گھر میں حضرت خبابؓ بن الارت التمیمی ان کی بہن اور بہنوئی کو قرآن کی ایک سورہ پڑھا رہے تھے جو ایک صحیفہ میں قلم بند تھی۔ ایک روایت کے مطابق وہ سورہ طٰہٰ تھی ایک روایت کے مطابق سورہ حدید تھی لیکن یہ دونوں روایتیں غلط ہیں کیونکہ حدید: ۱۰ سے ظاہر ہے کہ یہ سورہ فتح مکہ اور اس کے بعد کی جنگوں، حنین، طائف، اور تبوک سے پہلے اتری۔ سورہ طٰہٰ میں ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (۴۸)

ظاہر ہے کہ یہ ایسے زمانے میں اتری جب کہ آپؐ کو اپنے اہل وعیال کے سوا کسی اور مسلمان کی ہدایت کا موقع نہ تھا۔ اور یہ شعب ابی طالب میں محصوری کا زمانہ ہو سکتا ہے۔ بہر حال کوئی صحیفہ حضرت خباب حضرت عمر کی بہن کو پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی آواز سن کر حضرت خبابؓ ایک کوٹھری میں چھپ گئے، دروازہ کھولا گیا، اندر داخل ہوئے پوچھا کہ یہ کیا تھا جسے میں نے سنا۔ حضرت عمرؓ کے بہنوئی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے کہا کہ ہم باتیں کر رہے تھے، حضرت عمرؓ نے کہا تم محمدؐ پر ایمان لا چکے ہو۔ انھوں نے اور حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ بنت خطاب دونوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت عمرؓ دونوں پر حملہ آور ہو گئے۔ بہن کو لہولہان دیکھ کر جذبہ اخوت ابھر آیا اور ساتھ ہی دل میں زبردستی دبایا ہوا ایمان بھی قوی ہو گیا وہ بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد بہن سے کہا وہ صحیفہ مجھے دو جو تم لوگ پڑھ رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب نے کہا

کہ تم ناپاک ہو اور کہا

لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ (۴۹)

حضرت عمر اٹھے، غسل خانہ میں جاکر غسل کیا واپس آئے تو صحیفہ پڑھا۔ کچھ ہی آیتیں پڑھی تھیں کہ اسلام بے ساختہ زبان پر جاری ہوگیا۔ حضرت خباب کوٹھری سے باہر نکل آئے حضرت عمر کو مبارک باد دی کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کی دعا تمھارے حق میں قبول کرلی ابھی کل ہی آپؐ نے دعا کی تھی کہ خدایا عمر بن خطاب یا عمرؓ بن ہشام (ابوجہل) دو میں سے ایک کے ذریعہ اسلام کی تقویت فرما۔ پھر وہ حضرت عمر کو ساتھ لیکر دارارقم میں پہنچے، حضرت عمر کی آواز سن کر لوگ گھبرائے۔ حضرت حمزہؓ نے کہا آنے دو اگر اچھے ارادے سے آئے ہیں تو بہتر ورنہ انھیں کی تلوار ہوگی اور انھیں کی گردن۔ حضرت رسول خدا بروایتے نماز میں مصروف تھے، بروایتے آپؐ پر حالت وحی طاری تھی۔ حضرت عمرؓ جب حضور کے سامنے پہنچے تو آپؐ نے ان کے کپڑوں اور حمائل سیف کو پکڑ کر کہا:

اما انت منتھا یا عمر حتٰی ینزل بک ما نزل بالولید بن المغیرہ

اے عمر کیا تم باز نہ آؤ گے یہاں تک کہ تم پر بھی وہی آفت نازل ہو جو ولید بن مغیرہ پر اتری۔

حضرت عمر تھرا گئے پھر آپؐ کے ہاتھ پر اسلام کے لئے بیعت کی، حضرت عمر کے قبول اسلام کے بعد ۴۰ بہادروں کے ساتھ حضرت رسول خدا دارارقم سے نکلے اور قریش کی موجودگی میں صحن کعبہ میں نماز باجماعت پڑھی۔

یہ واقعہ ۶ نبوت کے آغاز کا ہو سکتا ہے۔

حصارِ شعب

قریش نے جب دیکھا کہ اسلام کو حضرت عمرؓ کے اور حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہوجانے سے بڑی قوت حاصل ہوگئی ہے، حبش میں اسلام تقویت پا رہا ہے قبائل میں لوگ اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں تو انھوں نے ایک مقام میں جس کو خیف بنی کنانہ میں ہے جمع ہوکر باہم فیصلہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اب قطعاً زندہ نہیں چھوڑنا چاہئے، کسی نہ کسی طرح ان کو ختم کر دینا چاہئے۔ ان کے اس مشورہ باہم کی حضرت

ابو طالب کو خبر ہو گئی۔ انھوں نے تمام بنو عبدالمطلب اور بنو مطلب کو جمع کر کے سب کو آپ کی حفاظت پر آمادہ کر لیا۔ ابولہب اور اس کے دو فرزندوں کے سوا سب نے حضرت ابو طالب کی بات مانی، وہ لوگ بھی ان کے ہم نوا ہو گئے جو کہ اسلام کے سخت مخالف تھے۔ تمام بنو ہاشم اپنے بال بچوں کے ساتھ اپنے اپنے گھر خالی کر کے شعب ابی طالب میں جا کر حصار بند ہو گئے۔ لیکن بنی ہاشم کے علاوہ دوسرے گھرانوں کے مسلمان اپنے اپنے گھروں میں ہی رہے اور مکہ اور آس پاس کے لوگوں میں اپنے اپنے طور پر اسلام کو مقبول بنانے میں کوشاں رہے۔ قریش ایک ماہ محرم کی پہلی کو جس کے سال کی تعیین میں بحث ہے ایک عہدنامہ لکھا جس میں یہ عبارت طے ہوئی کہ جب تک بنو ہاشم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینے کیلئے ہمارے حوالے نہ کر دیں ان کے ساتھ کوئی لین دین، شادی بیاہ، بات چیت ہر طرح کے روابط کو منقطع رکھیں گے۔ اس عہدنامے کے کاتب کا نام منصور بن عکرمہ بن ہاشم یا بغیض بن عامر بتایا گیا ہے۔ روایت ہے کہ اس عہدنامے کے لکھنے کے بعد اس شخص کے ہاتھ شل ہو گئے۔ یہ عہدنامہ خانہ کعبہ میں ایک جگہ لٹکا دیا گیا۔ ایک مدت تک جس کی مقدار بحث طلب ہے لوگ شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ اس مدت کے خاتمہ کے قریب کچھ لوگوں نے اس ظالمانہ عہدنامہ کو منسوخ کرنے کی تجویزیں پیش کیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طالب کو خبر دی کہ قریش کے عہدنامے کے ایک ایک حرف کو سوائے اللہ کے نام کے دابۃ الارض (دیمک) نے چاٹ کھایا ہے۔ حضرت ابو طالب نے حصار سے نکل کر قریش کی جائے اجتماع میں پہنچے، قریش ان کو دیکھ کر خوش ہو گئے خیال کیا کہ اب ہماری شرط مان لی جائے گی، مگر حضرت ابو طالب نے جب حضرت رسول خداؐ کا قول سنایا تو ان میں سے بہتوں نے کہا اگر یہ خبر سچ ہے تو عہدنامے کو خود خدا نے فسخ کر دیا۔ عہدنامہ دیکھا گیا تو خبر حرف بحرف سچی نکلی اور مطالبہ منسوخ کر دیا گیا۔ سارے لوگ اپنے اپنے گھروں میں آ گئے۔ اب تاریخ کے متعلق اقوال مختلفہ پڑھئے۔ ہم اقوال کو اپنی ترتیب سے تاریخ الخمیس سے ذیل میں نقل کرتے ہیں:

(۱) و فی الاستیعاب حصرتهم قریش فی الشعب بعد البعث بست سنین و مکثوا فی ذلک الحصار ثلث سنین و خرجوا منه فی اول سنة خمسین من عام الفیل۔ و توفی ابو طالب بعد ذلک لستة اشهر و توفیت خدیجة بعده ثلاثة ایام (۵۰)

(۲) واورد فی المنتقیٰ تقاسم قریش علی مقاطعة بنی هاشم فی السنة

الثامنة من النبوة (۵۱)

(۳) وفی سیرة الیعمری حاصره اهل مکة فی الشعب فاقام محصورا دون ثلث سنین هو و اهل بیته و خرج من الشعب هو تسع واربعون سنة (۵۲)

(۴) وفی المواهب اللدنیة ××× علقوا الصحیفة هلال المحرم سنه سبع من النبوه ××× و اقاموعلی ذالک سنتین او ثلثا (۵۳)

و فی المواهب اللدنیه ××× فاخرجو هم من الشعب و ذلک فی السنة العاشره (۵۴)

(۵) قال ابو سعد سنتین ××× و کان فصل الیهم شیء الیسرا و کانوا لا یخرجون الا من مو سم الی موسم (۵۵)

الاستعاب کے حوالے سے آغاز حصار کی تاریخ آغاز ۶ اور مدت حصار ۳ برس بتائی ہے۔ ۶، ۷ اور ۹ مدت حصار ہوئی اور ۱۰ نبوت (۴ ق ھ) حصار سے خروج کی تاریخ ہوئی۔ اس قول کو مسترد کر دینا چاہئے کیونکہ واقعہ حصار کا زمانہ حضرت عمر کے اسلام اور حبشہ میں شیوع اسلام کا زمانہ ہے۔ رجب ۵ تا رمضان ۵ نبوت کے بعد شوال ۵ میں مہاجرین واپس آئے ذی قعدہ یا ذی حجہ ۵ واپس گئے۔ حضرت حمزہؓ کے اور حضرت عمر کے اسلام سے عرصہ بعد کا واقعہ ہے۔

ایک قول کے مطابق محرم ۷ نبوت اور ایک قول کے مطابق محرم ۸ آغاز حصار کی تاریخ ہے۔ مدت حصار تین یا دو برس بتائی گئی ہے۔ انھیں دو میں سے ایک کو ترجیح دینی چاہئے۔ ان اقوال کے مطابق خروج اور حصار کی تاریخیں حسب ذیل تاریخوں میں سے ایک کو حصار شعب سے خروج کی مدت قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۱) محرم ۹ نبوت (۵ ق ھ) (۲) محرم ۱۰ نبوت (۴ ق ھ) (۳) محرم ۱۱ نبوت (۳ ھ)

وفات ابوطالب

ان تین تاریخوں میں سے کون صحیح ہے اس کا فیصلہ دشوار ہے۔ کیونکہ قائلوں کے دلائل نہیں

معلوم مگر آپ حضرت ابو طالب کی وفات، حضرت خدیجہ کی وفات اور حضرت رسول خدا کے سفر طایف کی تاریخوں کے متعلق اقوال پڑھ لیجئے۔

(۱) و فی السنة العاشرة من النبوة اول ذی قعده و قیل للنصف من شوال لسنة الثامنة (کذا فی الاستعاب) مات ابو طالب بعد خروج من الحصار بالشعب بثمانية اشهر واحد و عشرین یو ما (کذا فی سیرة الیعمری)

(۲) فی حیاة الحیوان مات ابو طالب وکان النبی صلی الله علیه وسلم ابن تسع واربعین سنة ثمانیه اشهر واحد عشر یو ما و ابو طالب ابن تسع وثمانین سنة۔ وفی المواهب اللدنیة ابن سبع و ثمانین سنة

(۳) و قیل مات فی نصف شوال من السنة العاشره

(۴) و قال ابن الجوزی قبل هجر الهجرة ثلاث سنین (۵۶)

مولف نے اقوال کو اس طرح خلط ملط کر کے نقل کیا ہے کہ بات سلجھنے کی بجائے الجھ گئی۔
صاحب استعاب کے قول کے مطابق جسے حصار کی تاریخ نقل کیا ہے محرم ۲ ق ھ سے لیکر ذی الحجہ ۸ ق ھ تک لوگ ۳ سال حصار میں رہے۔ اس کے بعد ۶ ماہ (محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الاخریٰ) گذرنے پر رجب ۹ ق ھ میں حضرت ابو طالب نے وفات پائی لیکن وفات ابو طالب کی تاریخ بحوالہ استیعاب نصف شوال ۸ نبوت (۶ ق ھ) بتائی ہے۔ قول کے مطابق مدت حصار ۳ سال کی بجائے ۲ سال ۲/۱۰۱ ماہ قرار پائی۔

۷ نبوت کو حصار کا سال مان کر مدت حصار ۲ سال ماننے کی محرم ۹ اور ۳ سال ماننے کی صورت میں حصار کی تاریخ محرم ۱۰ نبوت (۴ ق ھ) ماننی پڑتی ہے۔

محرم ۸ نبوت (۶ ق ھ) کو آغاز حصار کی تاریخ مان کر مدت حصار ۲ سال مانتے ہیں محرم ۱۰ نبوت اور ۳ سال ماننے کی صورت میں محرم ۱۱ نبوت (۳ ق ھ) ماننا پڑتا ہے اور وفات ابو طالب کا سال جیسا کہ ابن جوزی کی طرف منسوب ہے ۳ ق ھ کے کسی ماہ کو ماننا پڑتا ہے۔

سیرۃ الیعمری کے اس بیان کا کہ وفات ابو طالب خروج از شعب کے ۸ ماہ ۲۱ دن بعد واقع ہوئی ہم کوئی تاریخ وفات نہیں معلوم کر سکتے کیونکہ نہیں معلوم کہ خروج از شعب کی تاریخ صاحب سیرۃ الیعمری کے نزدیک کیا تھی۔ اس قول کا ذکر او رعدم ذکر برابر ہے۔

حیاۃ حیوان کا قول کہ رسول اللہ وفات ابی طالب کے وقت ۴۹ سال ۸ ماہ ۱۱ دن کے تھے واضح قول ہے جس کا حساب کیا جا سکتا ہے۔

دوشنبہ ۱۲/ربیع الاول ۵۳ ق ھ تا یکشنبہ ۱۱/ربیع الاول ۱۳ ق ھ ۴۰ برس

دوشنبہ ۱۲/ربیع الاول ۱۳ ق ھ تا ۱۱/ذی الحجہ ۴ ق ھ ۹ برس

دوشنبہ ۱۲/ربیع الاول ۴ ق ھ تا ۱۱/ذی الحجہ ۴ ق ھ ۸ ماہ

۱۲/ذی الحجہ ۴ ق ھ تا ۲۲/ذی الحجہ ۴ ق ھ ۱۱ یوم

لیکن تاریخیں دو ہی منقول ہیں ذی قعدہ ۱۰ کی پہلی اور نصف شوال ۸ یا ۱۰ قبل نبوت۔ نصف شوال ۸ تو غلط ہے تاریخ وفات ذی قعدہ یا ذی الحجہ ۱۰ نبوت یا ۴ قبل ہجرت کو ماننا پڑتا ہے۔ لیکن اس ابن جوزی ۳ قبل ہجرت کو مانتے ہیں۔

تاریخ وفات خدیجہ

صاحب تاریخ الخمیس فرماتے ہیں:

و فی ھذہ السنة العاشرة من النبوة کانت وفات خدیجة الکبریٰ رضی اللہ عنھا ××× و قال ابو حاتم و ابو عمر و والدولابی، ماتت خدیجہ بمکة قبل ھجرة المصطفیٰ الی المدینہ بثلاث سنین ××× قال ابن اسحاق ھلکت خدیجة و ابو طالب فی عام واحد وکان ھلاکھما بعد عشر سنین مضت من مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ××× ذکر الملاء فی سیرتہ ان موت خدیجة بعد الموت ابی طالب بثلاثة ایام و کذا فی سیرة الیعمری و حیاة الحیوان والسمط الثمین و اسد الغابة وزادفیہ

وقیل بعدہ بشھر و قیل کان بینھما شھر وخمسة ایام وقیل خمسون یوماً و قیل انھاماتت قبل ابی طالب انتھی مافی اسد الغابہ، و قیل بخمسة اشھر فی رمضان بعد المبعث بعشر سنین علی الصحیح ××× کذا فی مواھب قیل ار بعا و عشرین سنة و ستة اشھر و کان موتھا قبل الھجرة بثلاث سنین و ثلاثة اشھر و نصف و قیل قبل الھجرة سنة واللّٰہ اعلم (۵۷)

کثرت قیل وقال اور اقوال کے ادغام و اندراج نے بات کو الجھا دیا ہے، ان تمام اقوال کے ابتدائی قائلوں کے نام سوائے محمد بن اسحاق کے سب کے نام محذوف ہیں اس لئے ہم جس قول کو مان سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ دونوں کی موت ایک سال میں ہوئی۔ جو کہ ۱۰ نبوت یا اس کے بعد کا سال ۱۱ نبوت یعنی ۴ یا ۳ قبل ہجرت تھا۔

(۱) آغاز حصار محرم ۸ نبوت (۶ قبل ہجرت)

(۲) اختتام حصار ذی الحجہ ۹ نبوت (۵ قبل ہجرت) مدت حصار ۲ سال

(۳) وفات ابی طالب وخدیجہ ۱۰ نبوت (۴ قبل ہجرت)

سفر طائف

حضرت ابو طالب کی اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر طائف کیا اس کی تاریخ کے ذکر میں صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں:

و فی ھذہ السنة خرج رسول صلی اللہ علیہ وسلم الی الطایف و الی ثقیف بعد ثلاثة اشھر من موت خدیجة فی لیالٍ یستنصرھم(۵۸)

یہ خود مولف کا فیصلہ ہے لیکن موت خدیجہ کی متعین تاریخ نہیں بتائی۔ اقوال مختلف نقل کر کے واللہ اعلم فرمایا اس لئے یہ فیصلہ بھی لایعنی ہو گیا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

و فی روایة لثلاث بقین من شوال سنة عشر من النبوة ××× و

روی عن محمد بن جبیر بن مطعم قال لماتوفی ابو طالب بالغت
قریش فی ایذاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فخرج رسول
اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حینئذ الی الطایف ومعه زید بن حارثه
و فی معالم التنزیل خرج وحده و ذلک فی لیال بقین من شوال
السنة العاشرة من النبوة فاقام بالطایف شهرا کذا فی حیاة
الحیوان و قال ابن سعد عشر ایام ××× فی الاستیعاب کان
رجوعه من الطایف الی مکة سنة احدی وخمسین من الفیل
(۵۹)

اس بیان میں زیادہ اختلاف نہیں ہے۔

(۱) سفر طائف بعد وفات ابی طالب = محمد بن جبیر بن مطعم تابعی کا قول

(۲) تاریخ سفر شوال ۱۰ نبوت (۴ ق ھ) کی آخری تاریخیں

(۳) طائف سے رجوع کی تاریخ ۵۱ فیل یعنی ۵۱ میلاد مطابق ۱۱ نبوت (مطابق ۳ ق ھ)

(۴) طائف میں قیام کی مدت شوال کی تین تاریخیں اور ذی قعدہ و ذی حجہ ۴ ق ھ بقولے مدت قیام دس یوم بقولے ایک ماہ

حضور بغرض تبلیغ دین طائف گئے تھے وہاں جتنے دنوں بھی رہے ہوں آس پاس کے دیگر عربوں سے ملے ہوں گے۔ اب ہم آغاز نبوت اس تاریخ تک کی سنین گن سکتے ہیں:

(۱) آغاز نزول قرآن ۱۳ قبل ہجرت

(۲) تاریخ انذار عشیرہ ۱۰ قبل ہجرت کا رمضان

(۳) حبشہ کی ہجرت ۵ نبوت (۹ قبل ہجرت)

(۴) دار ارقم آخر ۵ نبوت اوراوّل ۶ نبوت۔ اسلام عمر آغاز ۶ نبوت (۸ قبل ہجرت)

(۵) حصار شعب ۸ نبوت (۶ قبل ہجرت)

(۶) حصار شعب سے خروج آغاز ۴ قبل ہجرت

(۷) سفر طائف اواخر شوال ۴ قبل ہجرت

(۸) طایف سے مکہ واپسی آغاز ۳ قبل ہجرت

مدینہ میں اسلام

۱۰ھ سے قبل تک نسی کی تقویم کے مطابق حج ہوتا تھا۔ تقویم نسی کے مطابق ۳ و ۴ قبل ہجرت میں جمادی الاخریٰ کا نام ذوالحجہ تھا اور ۱ قبل ہجرت اور ۱ ہجری کے رجب کا نام ذوالحجہ تھا۔ نسی کا نقشہ ہم نے ایام و سنین کی بحث میں اور سورۃ توبہ کی تفسیر میں دیا ہے۔

جمادی الاولیٰ ۴ قبل ہجرت میں حج کے لئے مدینہ سے جو لوگ آئے تھے ان میں سے تین افراد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے آپؐ سے باتیں کیں اور قرآن کی آیات سنیں وہ تھے (۱) عوف بن مالک بن رفاعہ جو کہ عوف بن عفراء کہلاتے تھے (۲) اسعد بن زرارہ (۳) قیس بن ذکوان۔ یہ تینوں الگ الگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ سب سے پہلے عوف بن عفراء مسلمان ہوئے پھر اسعد بن زرارہ پھر قیس بن ذکوان ان میں سے کسی کو ایک دوسرے کے قبول اسلام کی خبر نہیں تھی، یہ لوگ حج کے بعد جب واپس چلے تو ان میں سے ایک سورہ یوسف، ایک سورہ اخلاص اور ایک سورہ اعراف کی ۱۵۸ لیکر مدینہ پہنچا اور ان لوگوں نے چپکے چپکے بہت سے افراد کو مسلمان بنایا۔

بیعت عقبہ اولیٰ

۳ قبل ہجرت کے ماہ جمادی الاخریٰ میں نسی کے قاعدہ سے حج ہوا۔ اس سال یہ دونوں چار دیگر صحابہ کے ساتھ آئے اور ایک گھاٹی میں حضرت رسول خدا سے ملے اور آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی ان کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) عوف بن عفراء (۲) اسعد بن زرارہ (۳) رافع بن مالک عجلان (۴) قطبہ بن عامر بن حدیدہ (۵) عقبہ بن عامر (۶) جابر بن عبداللہ بن ریاب

قبول اسلام کے بعد یہ لوگ واپس مدینہ چلے گئے۔ یہ چھوں افراد بنو خزرج میں سے تھے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

واپس جا کر ان چھ افراد نے اور بھی بہت سے لوگوں کو مسلمان بنالیا۔ ۲ ق ھ میں بھی نسی کے قاعدے سے جمادی الاخریٰ میں حج ہوا، اب کی بار جابر بن عبداللہ بن ریاب کے علاوہ باقی پانچ اصحاب

دوبارہ حج کے لئے آئے اور ایک عقبہ میں آپؐ سے ملے۔اب کی بار ان کے ساتھ ۱۹ افراد اور آئے جن میں سے ۷ بنوخزرج کے افراد تھے اور ۲ بنواوس کے تھے۔ان زائد افراد کے نام ہیں

(۱) رفاعہ بن عفراء (۲) معاذ بن الحارث (۳) عبادہ بن الصامت بن قیس (۴) ابو عبدالرحمان یزید بن ثعلب الہادی (۵) العباس بن عبادہ بن نضلہ (۶) ابوالہیثم بن التیہان الاشہل (۷) ذکوان بن عبداللہ الرزی یہ ساتوں افراد بنوخزرج کے تھے۔بیعت کے بعد ذکوان بن عبداللہ مکہ ہی میں تک گئے مکہ مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی اس لئے ان کا شمار مہاجرین وانصار دونوں میں ہے۔ان ۱۲ خزرجیوں کے ساتھ دو افراد بنواوس کے جو آئے تھے ان کے نام ہیں:العباس بن عبادہ بن نضلہ اور ابو الهيثم بن التيهان

بیعت کر کے یہ جب جانے لگے تو ان کی درخواست پر قرآن اور شرعی احکام کی تعلیم کیلئے ان کے ساتھ آپؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ کر دیا۔انھوں نے مدینہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ کے گھر قیام کیا اور مومنوں کو قرآن اور احکام شرع کی تعلیم دینے لگے،ان کی تعلیم سے کثیر تعداد اہل مدینہ کی متاثر ہوئی اور تقریبا ہر گھر کا ایک نہ ایک فرد مسلمان تھا۔اب تک عبداللہ بن ابی بن سلول اسلام کا مخالف نہ تھا اس لئے منافقوں کا کوئی گروہ پیدا نہیں ہوا تھا۔مکہ میں نماز تو فرض ہو چکی تھی مگر ارکعو مع الراکعین نازل نہیں ہوئی تھی، کیونکہ لوگ قریش کے خوف سے الگ الگ اپنے گھروں میں یا غاروں میں چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔یہود مدینہ شنبہ کے دن جس کا نام یوم شعار تھا با جماعت نماز پڑھتے تھے، مسلمانان مدینہ نے اس پہلے والے دن کو جس کا عربی نام یوم العروبہ اور یہودی نام یوم سدیکی تھا۔نماز با جماعت کے لئے پسند کیا۔حضرت رسول خدا سے اجازت طلب کی آپؐ نے اجازت دے دی پھر باقاعدہ حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر میں لوگ جمع ہو کر با جماعت نماز جمعہ پڑھنے لگے۔حضرت رسول اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد نماز جمعہ میں شریک ہوئے۔اب جمعہ اور جماعت مسنون ہو گئی۔ارکعو معا الراکعین (حج و بقرہ) کے نزول کے بعد سے ہر نماز کا با جماعت ہونا واجب ہو گیا۔سورہ جمعہ کے نزول کے بعد جمعہ نے یہودی یوم السبت کی جگہ لے لی۔

بیعت عقبہ ثالثہ

اق ھ (۱۳ نبوت) نسی کے قاعدے کے مطابق رجب میں حج ہوا۔ کوئی پانچ سو افراد مدینہ کے جن میں عبداللہ بن ابی بن سلول بھی داخل تھا حج کے لئے مکہ آئے۔ ان آنے والوں میں سے ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں مسلمان تھیں۔ یہ لوگ اوسط ایام تشریق میں ایک گھاٹی میں حضرت رسول اللہؐ سے ملے اور آپؐ کے ہاتھ پر ایمان اور سمع و طاعت کے لئے بیعت کی۔ حضرت عباس اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّ اور مددگار رہتے۔ وہ بھی آپؐ کے ساتھ شریک تھے۔ بیعت کے بعد ان ۷۵ اہل مدینہ نے آپؐ سے مدینہ میں ہجرت کرآنے کی درخواست کی۔ حضرت عباس نے ان سے کہا

یا معشر الخزرج قد دعوتم محمدا لیٰ ما دعوتموہ و محمد من اعز الناس فی عشیرتہ یمنعہ واللہ من کان علٰی قولہ ومن لم یکن کذالک منعہ للحسب والشرف وقدابی محمد الناس کلھم غیرکم ××× وقد ابی الا الا نحیاز الیکم فان کنتم اھل قوۃ وجلد ونظر بالحرب و استقلال بعداوۃ العرب قاطبۃ فانھا سترمیکم عن قوس واحدۃ فارتاوارایکم وائتمر وا امرکم فلا تفرقوا الا عن اجتماع فان احسن الحدیث اصدقہ و اخریٰ صفو الی الحرب کیف تقاتلون عدوکم

اس کے بعد ایک ایک نے تقریر کی جن میں سے ایک نے کہا کہ:

یا محمد سل لربک ماشئت ثم سل لنفسک و اصحابک ماشئت ثم اخبرنا مالنا من الثواب علی اللہ اذا فعلنا ذٰلک فقال۔ اسئالکم لربی ان تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا وا سالکم لنفسی ولاصحابی ان توؤن وتنصرون و تمتعون مما تمتعون قالوا فما لنا اذا فعلنا ذالک قال الجنۃ، قالوا فلک ذالک

پھر دوبارہ بیعت کی سب سے پہلے البراء بن معرور نے بیعت کی، پھر آپؐ نے بنوخزرج میں سے ۹ افراد کو اور بنی اوس میں سے ۱۳ افراد کو اپنے نقیب مقرر کیا اوروں کو ۱۲ حواریان مسیح کا لقب دیگر حواریوں کے سے کام سپرد کئے۔ جب یہ بیعت ہو رہی تھی ایک شیطان نے بآواز بلند پکار کر کہا:

یا اهل الحباحب هل لكم في مذمم و الصبأة معه قد جمعوا على حربكم

بہرحال کسی طرح قریش کو معلوم ہو گیا کہ اہل مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کی نصرت و امداد کیلئے عہد کر لیا ہے یہ لوگ اہل مدینہ کے خیموں تک گئے اور ان سے اس کا ذکر کیا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا کہ اس کا ہم کو علم نہیں ہے اور میری قوم میرے مشورہ کے بغیر ایسا نہیں کر سکتی،

قریش کو پورا ماجرا معلوم ہو گیا اور بچے بچے کی زبان پر یہ خبر تھی کہ اہل مدینہ نے آنحضرت کی نصرت اور قریش کے ساتھ حرب کا قطعی عہد کر لیا ہے۔ سامعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ دشمنوں پر حملہ کر دیں، آپؐ نے فرمایا کہ ہم کو جنگ کی اجازت نہیں ملی ہے تم لوگ اپنے اپنے خیموں میں پھر مدینہ چلے جاؤ۔ پھر انھوں نے آپؐ سے کہا کہ ہمارے ساتھ آپ بھی چلے چلیں، فرمایا ابھی مجھے ہجرت کا حکم نہیں ملا ہے۔

ہجرت

قصہ طویل ہے اختصار کے ساتھ قصے بیان کیا ہے۔ اس واقعے کے بعد سے مہاجرین ایک ایک کر کے ہجرت کرنے مدینہ جانے لگے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور معدودے چند مسلمان شعبان، رمضان، شوال، ذی قعدہ، ذی حجہ، محرم وصفر ا ھ سات ماہ تک مکہ مقیم رہے۔ ربیع الاول ا ھ میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ خود آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی

مکی اور مدنی سورتیں

آپ کی ہجرت کے بعد موقع پا کر اور مسلمانان مکہ نے بھی سلسلہ ہجرت کو جاری رکھا۔ مکی دور میں جو سورتیں اور آیتیں نازل ہوئیں ان کے ازمنہ کی تعین کے لئے ہم نے آغاز نزول، تاریخ انذار عشیرۃ، حبشہ کی ہجرتیں، حصار شعب، وفات خدیجہؓ و ابو طالب، سفر طائف، اہل بیت کے اسلام وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ مدینہ کے ایام میں غزوات، و سرایا ہوئے جن کے مکمل حالات روایتوں میں ملیں گے۔ ان غزوات و سرایا کی تاریخیں متعین کرنے کے بعد ہم کو مکی اور مدنی سورتوں کو الگ پہچان لینا چاہئے۔ مدنی سورتیں تعداد میں چونکہ کم ہیں اس لئے پہلے ہم مدنی سورتوں کے نام گنائیں گے۔

(۱) بقرہ (۲) آل عمران (۳) نسا (۴) مایدہ (۵) انفال (۶) توبہ (۷) نور (۸) احزاب (۹) محمد (۱۰) فتح (۱۱) حجرات (۱۲) حدید (۱۳) مجادلہ (۱۴) حشر (۱۵) ممتحنہ (۱۶) صف (۱۷) جمعہ (۱۸) منافقون (۱۹) طلاق (۲۰) تحریم (۲۱) نصر۔

کسی مطبوعہ قرآن میں دیکھوان میں سے ہر ایک سرنامہ پر لکھا ہوگا نزلت بالمدینہ۔ان ۲۱ سورتوں کے مدنی ہونے میں یعنی ہجرت نبوی کے بعد اترنے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ان کے علاوہ ہندوستان اور پاکستان کے چھپے ہوئے قرآن پر حسب ذیل سورتوں کو بھی مدنی بتایا گیا ہے۔

(۲۲) رعد (۲۳) حج (۲۴) تغابن (۲۵) دہر (۲۶) بینہ (۲۷) زلزال۔ان چھ سورتوں کا مکی یا مدنی ہونا بحث طلب ہے

ذیل کی سورتوں کو مکی بتایا گیا ہے ان کا مکی یا مدنی ہونا بحث طلب ہے (۲۸) اسرائیل (۲۹) مرسلات (۳۰) مزمل (۳۱) فلق (۳۲) ناس (۳۳) ماعون قرآن میں ۱۱۴ سورتیں ہیں باقی ۸۱ سورتوں کے مکی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔بینہ، زلزال کا مکی یا مدنی ہونا مختلف فیہ ہے، لیکن جن روایات نے ان کو مکی یا مدنی بتایا ہے وہ سب ہوتی ہی ہیں، میں کسی روایت کو دوسری روایت پر ترجیح نہیں دے سکتا اس لئے مقبول عام روایات کی بنا پر ان کو مدنی فرض کر لیا۔

فلق اور ناس کے متعلق متعدد روایتوں کی بنا پر ان کو مدنی تسلیم کر لیا ہے۔ماعون اگر چہ مکی معروف ہے اس کے مدنی ہونے کی کوئی روایت نہیں ہے لیکن اس میں نمائشی نمازیں پڑھنے والے مکذبین کا ذکر ہے اور ایسے لوگ مکہ میں نہ تھے۔مکہ میں تین طرح کے لوگ تھے:

(۱) اسلام کے سخت مخالفین اور یہی غالب تھے

(۲) دلیری سے اسلام کا اعلان کرنیوالے اور کفار کے مظالم کو خوشی خوشی برداشت کرنے والے

(۳) ایسے لوگ جو دل سے تو مسلمان تھے مگر کفار کے مظالم کی وجہ سے اسلام کا زبانی اقرار نہیں کرتے تھے۔ایسے لوگ دیگر قبائل میں بھی تھے مسلمانوں کی خوشنودی کے لئے نمائشی نمازیں پڑھنے والے مدینہ اور اطراف مدینہ کے باشندے تھے۔یہ ممکن ہے کہ مقام نزول تو مکہ ہو مگر سورہ اس لحاظ سے مدنی ہو کہ ہجرت کے بعد اتری، بہر حال زمانہ نزول کے لحاظ سے یہ مکی نہیں ہے۔

مرسلات روایت صحیحہ کے مطابق منیٰ میں کسی سال نازل ہوئی۔بوقت نزول منیٰ کے ایک غار میں حضرت ابن مسعود اور چند صحابہ موجود تھے۔وہ جس وقت نازل ہو رہی تھی غار میں ایک سانپ نظر آیا،

صحابہ نے سانپ کو مارڈالنا چاہا لیکن سانپ اپنی بل میں گھس گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو اس کے شر سے اور اسے تمھارے شر سے بچالیا۔اس صحیح روایت کے باوجود زمانہ نزول کے لحاظ سے یہ مکی نہیں ہے۔ہجرت نبوی کے بعد ۶ و ۷ و ۸ و ۹ ھ میں کسی وقت اتری اس کی ۴۸ ویں آیت میں ہے کہ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ اس سے ظاہر ہے کہ

اَرْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (۶۰) یا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا (۶۱) یا دونوں آیتوں کے بعد نازل ہوئی۔

مرسلات، بینہ، زلزال، علق، اور ناس کو مدنی سورتوں میں گن لیجئے مدنی سورتوں کی تعداد ۲۶ ہو گئی

رعد کو جس وجہ سے مدنی مانا گیا ہے اس کی وجہ ان سے دریافت کیجئے جو اسے مدنی مانتے ہیں۔ میں ان کی طرف سے وجہ قول خود تصنیف کر کے اس کی تردید نہیں کرسکتا۔آیات بمقابلہ آیات کی دلیل سے اسے مکی قرار دیتا ہوں۔اس سورہ کے اسباب نزول کئی ایک ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ سورہ یٰس میں خدا نے فرمایا کہ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

کفار نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا

اَلَسْتَ مُرْسَلًا (۶۲)

اس سے ظاہر ہے کہ یٰس اور رعد ہم زمانہ سورتیں ہیں۔

کفار عموماً آیات متعلق عذاب کی سن کر عذاب موعود کو جلد سے جلد لا دینے کا مطالبہ کرتے تھے چنانچہ خدا نے فرمایا کہ

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (۶۳) اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (۶۴)

ان کے استعجاب بالعذاب کی وجہ سے سب آیتیں اتریں من جملہ ان کے مومن: ۷۷۔زخرف :۴۲، رعد: ۴۰، یونس: ۴۶ ان سب آیتوں کا مضمون یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں نہیں تو آپ کی وفات کے بعد عذاب موعود کا کچھ نمونہ آکے رہے گا۔ان آیتوں کا مقابلہ نحل ۲۱ و ۱۳ و ۱۱۷ مومنون ۶ و ۷۷ و ۹۳ تا ۹۵ و دخان ۷۷ سے کرو یہ آیتیں خود بتا دیں گی۔سورہ رعد کا زمانہ نزول نحل، مومنون، دخان اور فرقان سے پہلے گذرا۔

رعد: ۳۰ کو پڑھو یہ سورہ ان لوگوں کے جواب میں اتری جن کی بابت فرمایا: وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ

سورہ انبیا کی آیت ۳۶ فرقان ۶۰ بھی پڑھو۔ رعد انبیا اور فرقان رحمان کا نام سن کر چڑھ جانے والوں کے جوب میں اتری۔ مدینہ اور اطراف مدینہ میں رحمان کے نام سے چڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ سورہ فیل میں جن کو اصحاب الفیل کہا ہے وہ نصاریٰ تھے ان کا سردار ابرھہ بن الصباح نصرانی تھا جس کی تحریر کی ابتدائی سطروں میں ہے:

بخیل و ردء و رحمت رحمٰن و مسیحیو و روح قدس سطر و اذن مسنلن

تائید سے اور مدد سے اور رحمت الرحمان اور اس کے مسیح اور روح القدس کی لوگوں نے یہ نوشتہ لکھا

واقعہ فیل کی وجہ سے اہل مکہ نہ صرف نصاریٰ بلکہ رحمان، مسیح اور روح القدس کے نام سن کر برہم ہوجاتے تھے۔

انعام ۲۷۔ رعد ۷ و ۲۷، انبیا ۵ و ۶ انعام ۱۰۹ و ۱۱۰ یونس ۲۰ قمر ۱ تا ۳ انعام ۱۲۴ کو پڑھو نفس مقابلہ ان آیتوں کا ثابت کردے گا کہ یہ آیتیں اسی ترتیب سے اتریں۔ ان دلائل کی بنا پر رعد کو جس کا مکی یا مدنی ہونا ایں و آں کے درمیان مختلف فیہ ہے مکی ماننا ضروری ہے۔

دہر جسے انسان کہا جاتا ہے مختلف فیہ سورتوں میں سے سورہ علق کی آیات نمبر ۶ تا نمبر ۱۹ کا سبب نزول اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى O عَبْدًا اِذَا صَلّٰى سے ظاہر ہے اور یہی سورہ دہر کے دوسرے رکوع کا سبب نزول ہے مقابلہ آیات خود یہ بات ظاہر کردے گا۔ روایات آپ کو بتائیں گی نماز سے منع کرنے والا ابوجہل تھا اور جسے اس نے منع کیا تھا وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

اسرائیل، حج، تغابن اور مزمل میں مکی اور مدنی دونوں دوروں کی آیتیں ہیں۔ اس کا ثبوت آئندہ آپ کو مل جائے گا

حاصل بحث یہ ہے کہ ۱۱۴ سورتوں میں سے

(۱)	مکی سورتیں	۸۴
(۲)	مکی و مدنی	۴
(۳)	مدنی	۲۶

☆

حوالہ جات

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۱۶۱

۲۔ سورۂ مومن، آیت ۴۹

۳۔ سورۂ زخرف آیت ۴۴،

۴۔ ایضاً، آیت ۵۶،

۵۔ سورۂ انعام، آیت ۶۶،

۶۔ سورۂ فرقان، آیت ۳۰،

۷۔ سورۂ قصص، آیت ۶۷،

۸۔ سورۂ نساء، آیت ۹۲،

۹۔ سورۂ انفال، آیت ۴۷،

۱۰۔ سورۂ آل عمران، آیات ۱۰۴۔۱۱۰،

۱۱۔ سورۂ توبہ آیت ۱۲۲،

۱۲۔ سورۂ نحل، آیت ۱۲۰،

۱۳۔ سورۂ یوسف، آیت ۴۵،

۱۴۔ سورۂ ہود، آیت ۸،

۱۵۔ سورۂ زخرف آیت ۲۲،

۱۶۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۵۹،

۱۷۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۱۳،

۱۸۔ سورۂ یونس، آیت ۱۹۷،

۱۹۔ سورۂ انعام، آیت ۳۸،

۲۰۔ سورۂ اعراف، آیت ۲۷،

۲۱۔ سورۂ حجرات، آیت ۱۳،

۲۲۔ سورۂ معراج، آیات ۱۱ تا ۱۴،

۲۳۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۲،

۲۴۔ ایضاً، آیت ۳۳،

۲۵۔ سورۂ قصص، آیت ۱۲،

۲۶۔ سورۂ انفال آیت ۷۵، سورۂ احزاب، آیت ۶،

۲۷۔ سورۂ نور، آیت ۶۱،

۲۸۔ سورۂ حج، آیت ۱۳،

۲۹۔ سورۂ اسراء، آیت ۹۰،

۳۰۔ سورۂ یوسف، آیات ۹۱۔۹۲،

۳۱۔ ۱/ ۲۸۷،

۳۲۔ سورۂ نوح، آیت ۵،

۳۳۔ ایضاً، آیات ۸۔۹،

۳۴۔ سورۂ یٰسین، آیت ۳۴،

۳۵۔ سورۂ نجم، آیات ۱۹۔۲۰،

۳۶۔ سورۂ زمر، آیت ۴۵،

۳۷۔ سورۂ حم سجدہ، آیت ۲۶،

۳۸۔ سورۂ حجر، آیت ۴۳، سورۂ اسرائیل، آیت ۶۵،

۳۹۔ سورۂ حجر، آیات ۳۹۔۴۰،

۴۰۔ بخاری تفسیر سورۂ نجم،

۴۱۔ بخاری باب ماجاء فی سجود القرآن،

۴۲۔ ایضاً، سورۂ انشقاق، ۲۰ تا ۲۲،

۴۳۔ سورۂ شعراء، آیات ۲۱۷۔۲۱۹،

۴۴۔ سورۂ مومن، آیت ۲۸،

۴۵۔ زرقانی علی مواہب اللدنیہ، بیروت، ۱/ ۲۵۶،

۴۶۔ سورۂ حاقہ، آیت ۴۱،

۴۷۔ ایضاً، آیت ۴۲،

۴۸۔ سورۂ طہٰ، آیت ۱۳۲،

۴۹۔ سورۂ واقعہ، آیت ۷۹،

۵۰۔ تاریخ الخمیس، ۱/۲۹۸،

۵۱۔ ایضاً، ۱/۲۹۸،

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ ایضاً، ص ۲۹۷

۵۴۔ ایضاً

۵۵۔ ایضاً

۵۶۔ ایضاً، ص ۲۹۹

۵۷۔ ایضاً، ص ۳۲۰

۵۸۔ ایضاً، ص ۳۰۲

۵۹۔ ایضاً، ص ۳۰۳

۶۰۔ سورۂ بقرہ، آیت ۴۳

۶۱۔ سورۂ حج، آیت ۷۷

۶۲۔ سورۂ رعد، آیت ۴۳

۶۳۔ سورۂ حج، آیت ۴۷، سورۂ عنکبوت، آیات ۵۲۔۵۴،

۶۴۔ سورۂ شعراء، آیت ۲۰۴،

قلوپطرہ®

روشن اور خوبصورت آنکھوں کے لئے

CLEOPATRA®

سُرمہ۔سُرمی۔کاجل

MANUFACTURES:
SHAMSI INDUSTRIAL COMPANY
® REGISTERD TRADE MARK.